شوال / ذوالقعدہ / ذوالحجہ

۱۴۳۱ھ

# ماہنامہ سفینۂ بخشش کراچی




**THE ROYLE ISLAMIC STRATEGIC STUDIES CENTRE**

کیجانب سے دنیا کی 26 ویں موثر ترین مسلم مذہبی شخصیت قرار دیے جانے پر ادارہ

**حضرت تاج الشریعہ کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرتا ہے**

# ماہنامہ سفینۂ بخشش کراچی

شوال، ذوالقعدۃ، ذوالحجۃ ۱۴۳۱ھ

اکتوبر، نومبر، دسمبر ۲۰۱۰ء

جلد نمبر:۳......شمارہ:۳

قیمت فی شمارہ -/15 زرسالانہ -/150


الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

سرکار حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خان قادری رضوی

جانشین مفتی اعظم تاج الشریعہ حضرت العلام مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری بریلوی



## فہرست




جمعیت اشاعت رضائے مصطفیٰ ﷺ نے دارالمطالعہ باغ رضا، جامع مسجد دارالسلام، اورنگ آباد، ناظم آباد، کراچی سے شائع کیا


نوٹ: مضمون نگار کی ہر رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔


انٹرنیٹ پر ملاحظہ کیجئے
www.alahazrat.net
Email: bagheraza@yahoo.com
0333-2296205 0334-3247192

رابطہ کے لئے: 163/12، نزد جامع مسجد دارالسلام، اورنگ آباد ناظم آباد، کراچی۔

ادارہ

اداریہ

# اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْد

**تباهی** ہی تباہی...... بربادی ہی بربادی...... فساد ہی فساد...... بارود ہی بارود...... آگ ہی آگ...... دھواں ہی دھواں...... خون ہی خون...... لاشیں ہی لاشیں...... خوف ہی خوف...... ویرانی ہی ویرانی...... سناٹا ہی سناٹا...... درد ہی درد...... سسکیاں ہی سسکیاں...... آہیں ہی آہیں...... آفتیں ہی آفتیں...... بلائیں ہی بلائیں...... مصیبتیں ہی مصیبتیں...... تکلیفیں ہی تکلیفیں......

قیامت خیز زلزلے...... ناقابلِ یقین سیلاب...... آئے روز ڈرون اٹیک...... جگہ جگہ بم دھماکے...... روز روز خودکش حملے...... دن رات ٹارگٹ کلنگ...... آسمان سے باتیں کرتی مہنگائی...... دن بدن بڑھتی بے روزگاری...... پورے پورے خاندانوں کی خودکشیاں...... ہر لمحہ آفت...... ہر روز قیامت

ہزاروں ہلاک...... لاکھوں زخمی...... بے حساب گھروں سے محروم...... بے شمار یتیم...... لاتعداد بے آسرا...... پیٹ میں روٹی نہیں...... تن پہ کپڑا نہیں...... سر پہ چھت نہیں...... شہر کے شہر...... گاؤں کے گاؤں...... مٹ گئے...... فنا ہو گئے...... قریہ قریہ...... کوچہ کوچہ...... آنسو ہی آنسو...... یادیں ہی یادیں...... دکھ ہی دکھ...... بے بسی ہی بے بسی...... بے کسی ہی بے کسی

پریشانیاں ہم پر...... آزمائشیں ہم پر...... رنج والم کے پہاڑ ٹوٹیں ہم پر...... ذلت و رسوائی ہمارا مقدر...... حکمراں ہمارے ظالم...... محافظ ہمارے لٹیرے...... خون ہمارا ارزاں...... جانیں ہماری سستی...... معاشرت ہماری خراب...... معیشت ہماری برباد...... دعائیں ہماری مردود...... صدائیں ہماری ضائع...... کوششیں ہماری بے کار...... کیوں؟...... آخر کیوں؟...... سنو!...... غور سے سنو!...... رب عزوجل فرماتا ہے......

وَمَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَ یَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍo

اور تمہیں جو مصیبت پہنچی وہ اس کے سبب سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا اور بہت کچھ تو معاف فرما دیتا ہے۔[الشوریٰ:۳۰]

دعائیں...... فریادیں...... دہائیاں...... شکایتیں...... رائیگاں اور برباد...... اس لئے کہ ہم نے...... رب کے احکام سے منہ موڑ لیا...... قرآن سے ناطہ توڑ لیا...... رسول (ﷺ) کی سنتوں کو چھوڑ دیا...... صحابہ کے طریقہ سے ہٹ گئے...... اہل بیت کے دامن سے دور ہو گئے...... اللہ والوں سے تعلق ختم کر لیا...... یہود و نصاریٰ کے غلام ہو گئے...... کفار و مشرکین کے پیروکار بن گئے......

جھوٹ...... دھوکہ...... فریب...... ملاوٹ...... رشوت...... اقربا پروری...... سفارش...... ناانصافی...... ظلم...... زیادتی...... قتل...... زنا...... بے حیائی...... فحاشی...... عریانیت...... تعصب...... کینہ...... بغض...... سود...... چوری...... ڈکیتی......

شرمِ نبی (ﷺ)...... خوفِ خدا...... یہ بھی نہیں...... وہ بھی نہیں......

تو پھر...... یہ تو...... کچھ بھی نہیں ہے...... رب عزوجل فرماتا ہے......

اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْدٌo

بے شک تیرے رب کی گرفت بہت سخت ہے[البروج:۱۲]

بہارِ قرآن

مفتی عبد الواجد قادری، ہالینڈ

# لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ O وَاَنِيْبُوْۤا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ O [الزمر/۵۳،۵۴]

ترجمہ: تم فرماؤ اے میرے وہ بندوں جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو بیشک اللہ سب گناہ بخش دیتا، بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے O اور اپنے رب کی طرف رجوع لاؤ اور اسکے حضور گردن رکھو قبل اسکے کہ تم پر عذاب آئے پھر تمہاری مدد نہ ہو O [کنز الایمان]

نفس کے جذبات اور اس کی کیفیتیں مختلف ہیں، یہی وجہ ہے کہ انسان اپنے اوصاف کے اعتبار سے مختلف گروہوں میں بٹا ہوا ہے ایمان وکفر، شریف ورذیل، نیک وبد، وغیرہا احوال جو کچھ ہم دیکھتے ہیں سب اس کی کرشمہ سازیوں سے متعلق ہے۔ نفس امارہ کے جذبات جب مشتعل ہوتے ہیں تو بڑے بڑے دانشمندوں سے بھی قبیح حرکتیں سر زد ہونے لگتی ہیں اور حق وباطل، خیر وشر کی سرحدیں کالعدم ہو جاتی ہیں۔ حلیم الطبع انسانوں کے ہاتھوں سے بھی عدل وانصاف کا خون ہونے لگتا ہے اور جذباتی اشتعال کی حالت میں اگر وہ مغلوب الحال انسان کسی غلط میں گھر گیا تو یکسر اس کے نظریات ومعتقدات کا بھی جنازہ نکل جاتا ہے پھر اس کی نگاہوں میں نہ تو کوئی گناہ گناہ ہوتا ہے اور نہ کوئی بے حیائی بے حیائی ہوتی ہے۔ وہ انتہائی بے باکی کے ساتھ خرمستیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے جہاں اس کے خرمن حیات کا کوئی گوشہ خاکستر ہونے سے نہیں بچتا۔

چنانچہ اسی نفسانی اشتعال انگیزی اور فکری لاشعوری کے نتیجہ میں اہل مکہ خصوصا اہل عرب عموما ظلم وعدوان کا پیکر، قتل وزنا کے خوگر اور شرک وبت پرستی کے رسیا بن گئے تھے لیکن جب اسلامی روحانیت کا آہستہ آہستہ غلبہ ہونے لگا تو نفسانی جذبات خود بخود سرد پڑنے لگے اور مغلوب الحال لوگ بھی روز محشر کی باز پرس سے بچنے لگے۔ چنانچہ حدیث پاک میں آیا، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ:

"چند مشرکین جنہوں نے اپنی زندگی میں بکثرت قتل وزنا کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر آئے اور عرض کرنے لگے آپ ﷺ جو کچھ فرماتے ہیں اور جس دین کی طرف بلاتے ہیں وہ اچھا ہے (لیکن ہم جتنے گناہ کر چکے ہیں اس کی بخشش کی صورت ہمیں نظر نہیں آتی ہے) کیا آپ اس کے کفارہ سے ہمیں باخبر فرما سکتے ہیں؟

گویا ان مشرکوں کے سوال کا مقصد یہ تھا کہ اگر ہم دامن اسلام میں آ جائیں تو ہمارے سابقہ گناہوں کا کیا ہوگا؟ اسلام لانے کے بعد بھی اگر ہم اپنے گناہوں کے مواخذہ سے نہیں بچ سکتے ہیں اور اس کی پاداش میں جہنم کے اندر دھکیل دیئے جائیں گے تو ہمیں اپنے آبائی دین کے چھوڑنے سے کیا فائدہ؟

ابھی مشرکوں نے یہ سوال کیا ہی تھا کہ آیات مذکورہ نازل ہوئیں جس میں اولاً اپنے بندۂ خاص سے فرمایا کہ: "اے محبوب! جب یہ لوگ اپنی بد کرداریوں سے تنگ آ کر اور حساب آخرت سے ڈر کر آپ کے دامن عصمت میں پناہ لینے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں تو انہیں جھڑکنے کے بجائے اپنی غلامی میں لے لیجئے اور یہ مژدہ سنا دیجئے کہ جو بھی کفر وشرک، نفس وبت پرستی کی غلامی کی زنجیروں کو توڑ کر محمد ﷺ کی غلامی میں آ جاتا ہے تو پھر اسے خدائے غفور رحیم کی رحمت سے نا امید نہیں ہونا چاہئے۔ اس کے سابقہ گناہوں کا کفارہ یہی ہے کہ موت سے پہلے پہلے خلوص دل کے ساتھ

خداوند قدوس کی بارگاہ میں توبہ کرے اور اپنے تمام کبیرہ وصغیرہ گناہوں کو ندامت کے آنسو سے دھوڈالے پھراپنی بقیہ زندگی میرے نقش قدم کی پیروی کرتے ہوئے اطاعت الٰہی میں گزارے تو اس کی آخرت سنور جائے گی۔

عباد، عبد کی جمع ہے جس کا معنی بندے اور غلام ہے۔ اس کی نسبت و اضافت اللہ اور غیر اللہ دونوں طرف جائز ہے۔ مثلاً عبداللہ، عبدالرسول، جب اللہ کی طرف اضافت ہوگی تو عبد کا معنی مخصوص بندہ ہوگا اور جب غیر اللہ کی طرف ہوگی تو کبھی اس کا معنی بندہ وفرمانبردار، مطیع واطاعت شعار ہوگا اور کبھی مطلق غلام اور زرخرید ہوگا۔ پھر فقہ کی زبان میں عبد کی مختلف قسمیں ہیں۔

آیت مذکورہ میں عبد کی نسبت اضافت داعی الی الحق حضور پرنور سید عالم ﷺ کی طرف ہے یعنی اے محبوب لوگوں کو اپنا عباد کہہ کر پکارو تا کہ ان پر **من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ** کا معنی روشن ہوجائے اور وہ اچھی طرح جان جائیں کہ ایمان وعمل کی حلاوت اس وقت تک میسر نہیں ہوسکتی ہے جب تک کہ غلامی مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء نہ مل جائے چنانچہ علامہ رومی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

بندۂ خود خواند احمد در رشاد
جملہ عالم را بخواں قل یعباد

حضرت سیدنا امام سہل بن عبداللہ تستری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ''جو اپنے آپ کو نبی کریم ﷺ کا غلام ومملوک نہ جانے ایمان کا ذائقہ نہیں پاسکتا۔'' اور امام اہل سنت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

یا عبادی کہہ کے ہم کو شاہ نے
اپنا بندہ کرلیا پھر تجھ کو کیا

قرآن حدیث میں جابجا عبد کی اضافت غیر خدا کی طرف ملتی ہے، مثلاً: **وانکحوا الایامی منکم والصالحین من عبادکم وامائکم** ......الآیۃ، لیس علی المسلم فی عبدہ ولا فرسہ صدقۃ [الحدیث] وکنت عبدہ وخادمہ، [خطبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ] اور قصہ خریداری حضرت بلال کو مثنوی شریف میں اس طرح بیان فرمایا کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بلال رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو یوں عرض:

گفت ما دو بندگان کوئے تو
کردمش آزاد ہم برروئے تو

ظالم وگنہگار کا ظلم حقیقتاً اس کی اپنی ہی جانوں پر ہے کہ مآل کار ظلم وگناہ کا بدلہ اسی کو بھگتنا پڑے گا دوسرے لوگ جو کسی کے ظلم کا شکار ہوتے ہیں جلد ہی اس سے نجات پاجاتے ہیں اور ظلم اثر خواب کی طرح گزر جاتا ہے۔

بڑے سے بڑے عصیاں شعاروں کیلئے بھی وقت نزع سے پہلے پہلے توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہونا اور اس کی گرفت سے بے خوف ہوجانا کافروں کا شعار ہے جس کے اندر ایمان کی کوئی رمق باقی ہے وہ نہ تو رحمت الٰہی سے ناامید ہوتا ہے اور نہ ہی بے خوف ہوکر نفسانی خواہشات کے ہاتھوں کا کھلونا بنتا ہے۔

جب کفر وشرک اور قتل وزنا کے مرتکبین کیلئے بعد توبہ رحمت الٰہی کا یہ برتاؤ ہے کہ اس کے سارے گناہ بخش دیے جاتے اور رحمت الٰہی سایہ فگن ہوجاتی ہے تو اہل ایمان اگر اپنی بعض کوتاہیوں اور بدکرداریوں سے توبہ کرلیں تو رحمتِ رب کی شفقتِ بے پایاں کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ وہ توبہ خداوند قدوس کی بارگاہ میں محبوب اور نہایت پسندیدہ ہے جس کے بعد **واسلموا لہ** پر عمل کیا جائے یعنی جس عقیدہ اور فعل سے توبہ کی پھر اس کا خیال بھی کبھی نہ لائے بلکہ حکم الٰہی کی پیروی میں لگا رہے۔ توبہ شکنی گناہ ہے مگر اس کا یہ مطلب کہ اس کیلئے توبہ کا دروازہ بند ہوگیا۔ ہمیشہ بار بار عزم صحیح کے ساتھ توبہ کرتے رہنا چاہیے کوئی توبہ تو قبول ہوگی۔ سرکشی اور نافرمانی بھی عذاب الٰہی کا سبب ہیں مگر کفر وشرک ایسے وعذاب کو مسلط کرتے ہیں جس کو کوئی شافع وناصر دفع نہیں کرسکتا۔

یہ آیت کریمہ حضور اقدس ﷺ کو اس قدر محبوب ہے کہ ارشاد فرماتے ہیں: ''اگر یہ آیت کے بدلے میں مجھے دنیا اور مافیہا کی دولت بھی دیدی جائے تو میں اسے پسند نہیں فرماؤں گا۔

آیتِ بالا سے معلوم ہوا کہ عبدالرسول، عبدالنبی، غلام نبی، غلام غوث، غلام خواجہ وغیرہ نام رکھنا جائز ودرست ہے۔

......☆......☆......☆......

بہارحدیث

# استوانۂ توبہ

حکیم الامت
مفتی احمد یار خان نعیمی
علیہ الرحمہ

وعن ابی لبابة انه قال للنبی ﷺ ان من توبتی ان اهجر دار قومی التی اصبت فیها الذنب وان انخلع من مالی کله صدق. قال: "یجزی عنک الثلث"

روایت ہے حضرت ابی لبابہ رضی اللہ عنہ (۱) سے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ میری توبہ سے یہ ہے کہ میں اپنی قوم کی جگہ چھوڑ دوں جہاں میں نے یہ گناہ کیا (۲) اور یہ ہے کہ اپنے سارے مال سے علیحدہ ہو جاؤں صدقہ کرتے ہوئے۔ فرمایا: "تمہیں تہائی کافی ہے۔(۳)

(۱) آپ کا نام رفاعہ ابن عبدالمنذر ہے مگر کنیت میں مشہور ہیں انصاری اوسی ہیں۔ مدینہ پاک کے نقیبوں میں سے تھے، غزوہ بدر میں حاضر نہ ہوئے انہیں حضور ﷺ نے مدینہ پاک میں رہنے، وہاں انتظام کرنے کا حکم دیا اور غنیمت بدر میں سے ان کو حصہ عطا فرمایا۔ علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں وفات پائی۔[مرقات، اشعۃ اللمعات]

(۲) حضرت ابولبابہ کے بال بچے بنی قریظہ یہود کے محلے میں رہتے تھے، اسی وجہ سے ابولبابہ کے تعلقات یہود بنی قریظہ سے تھے۔ غزوۂ خندق کے بعد جب حضور ﷺ نے بنی قریظہ کا محاصرہ فرمایا، جو ۲۵/ دن جاری رہا تو انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس ابولبابہ کو بھیج دیجئے تا کہ ہم ان سے مشورہ کرلیں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو وہاں بھیج دیا۔ وہ لوگ ابولبابہ کو دیکھ کر مرد و عورتیں روئے، آہ و فغاں کرنے لگے جس سے ابولبابہ کا دل بھر آیا۔ ان یہود نے پوچھا کہ اگر ہم اپنے قلعوں سے اتر آئیں تو ہم سے کیا برتاؤ کیا جائے گا؟ تو ابولبابہ نے اپنے حلق پر انگلی پھیر کر اشارۃً بتایا کہ تم سب قتل کئے جاؤ گے۔ اشارہ کرتے ہی نادم ہوئے سوچنے لگے کہ میں نے اللہ عزوجل و رسول ﷺ کی خیانت کی، تب انہوں نے اپنے کو مسجد نبوی کے ایک ستون سے بندھوالیا اور بولے کہ جب تک میری توبہ قبول نہ ہوگی میں بندھا رہوں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر ابولبابہ میرے پاس آجاتے تو میں ان کیلئے دعائے مغفرت کردیتا، وہ براہ راست رب تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوگئے اب جب تک وہ حکم نہ دے گا میں نہ کھولوں گا۔ چنانچہ آپ ۷/ دن بندھے رہے ہر نماز کے وقت آپ کی بیٹی آتی کھول دیتی اور نماز باجماعت پڑھ لیتے پھر بندھ جاتے، کھانا پینا چھوٹ گیا تب ان کی توبہ قبول ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے حضور ﷺ اپنے ہاتھ سے کھولیں تو کھلوں گا، چنانچہ حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ سے کھولا۔ اس ستون کا نام "استوانۂ توبہ" بھی ہے "استوانۂ ابو لبابہ" بھی، اب بھی حجاج وہاں کھڑے ہو کر توبہ کرتے ہیں۔ کھلنے کے بعد آپ نے عرض کیا کہ میں وہ محلہ چھوڑ دوں گا جہاں رہنے کی وجہ سے یہ گناہ ہوا اور اپنا سارا مال خیرات کردوں گا توبہ کی خوشی میں۔

(۳) یہ منت و نذر نہ تھی بلکہ قبول توبہ کے شکریہ میں صدقہ کرنے کا ارادہ تھا اس لئے حضور ﷺ نے صرف تہائی خیرات کرنے کی اجازت دی۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ گناہ کرکے صدقہ دینا کہ اس صدقہ کی برکت سے گناہ کا اثر دل سے جاتا رہے بہتر ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔[مرقات] اب بھی مفتی صاحبان بعض موقع پر صدقہ کا حکم دے دیتے ہیں اس حدیث کی وجہ سے۔ خیال رہے کہ بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ جو ۱۲/ سال کنوئیں میں لٹک کر عبادت کرتے رہے کہ سوا نماز کے اوقات کے کسی وقت کنوئیں سے باہر نہ آتے اور نماز پڑھتے ہی پھر وہاں لٹک جاتے اسکا ماخذ یہ حدیث بن سکتی ہے۔ مرقات نے یہاں فرمایا کہ ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے ۷ دن رات کچھ نہ کھایا حتیٰ کہ غشی طاری ہوگئی، بینائی بہت کم ہوگئی۔ صوفیاء کے فقر، فاقہ، ترک غذا وغیرہ اسی سے ثابت ہوئے ہیں۔ خیال رہے کہ انہیں حضور ﷺ نے ترک سکونت کی اجازت دی، ترمیم صرف صدقے میں فرمائی۔

نعت سرکار ﷺ

# جب تجلی کیا کرے کوئی

شیر بیشۂ اہل سنت
حضرت علامہ حشمت علی خان
قادری رضوی علیہ الرحمہ

جب تجلی کیا کرے کوئی
کیوں نہ بے خود ہوا کرے کوئی

حق نے قاسم بنایا ہے تم کو — چاہے جو التجا کرے کوئی
تم کرم پر کرم ہی کرتے ہو — گو خطا پر خطا کرے کوئی
زخم دل کے بتائیں گے اک روز — کیوں پھر ان کو سیا کرے کوئی
میں مریض ان کا وہ مسیحا ہیں — پھر مری کیوں دوا کرے کوئی
ان کی چوکھٹ ہو اور ہو سر میرا — ایسا دن بھی خدا کرے کوئی
یاد "قالو بلی اقررتم" — کچھ تو بہر خدا کرے کوئی
آپ رب ہیں نہ ذات رب سے جدا — دعویٰ مدح کیا کرے کوئی
پس مردن ہے وعدۂ دیدار — شوق جینے کا کیا کرے کوئی
دوزخی ہے بغیر حُبِّ حضور (ﷺ) — عمر بھر اتقا کرے کوئی
بول بالا رہے گا آقا کا (ﷺ) — نار غم میں جلا کرے کوئی
سنیو ان سے تم مدد مانگو — شرک و بدعت بکا کرے کوئی

نام جپتے رہو عبید ان کا
گرچہ جل کر بھنا کرے کوئی

---

..................☆ مسلک اعلیٰ حضرت ☆..................

☆ انحطاط اور تنزلی کے اس ہوش ربا دور میں مسلک اعلیٰ حضرت کے استقلال واستحکام کے لئے جدو جہد کرنا وقت کا عظیم جہاد ہے۔...... مسلک ہی تو ہمارا سرمایہ ہے خدانخواستہ ہم اس کو بھی کھو بیٹھے تو پھر ہمارا وجود ہی کہاں رہ جائے گا؟ بریلویت ہمارا تشخص ہے اور اس پر ہمیں فخر ہے، ہم اس کو کبھی بھی مٹا نہیں سکتے، مسلک کو ہم نے کسی مصلحت کے تحت اختیار نہیں کیا ہے، یہ ہمارے ضمیر کی آواز ہے جو کوئی دبا نہیں سکتا...... پاسبان ملت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ [کتابی سلسلہ پیغام رضا ممبئی/اپریل تا جون ۲۰۰۹ء/ ۱۰۶]

☆ مسلک اعلیٰ حضرت کوئی نیا مسلک اور دین نہیں، مسلک اعلیٰ حضرت حقیقت میں سواد اعظم اہل سنت وجماعت کے اس طریقہ مرضیہ متوارثہ کا نام ہے جو عہد رسالت سے لے کر آج تک سواد اعظم کا مسلک ہے، جو "هي الجماعة" اور "ما انا عليه و اصحابه" کا مصداق ہے...... شارح بخاری علامہ مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ (ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور/اپریل ۱۹۹۹ء/ ۲۳،۳۲)

رحمۃ للعالمین

سید محمد امان

# اخلاقِ مُصطفیٰ ﷺ اور انسدادِ دہشت گردی

یوں تو ہر مذہب میں اخلاقیات کی تعلیم اور معاملات میں اس کے نفاذ پر کافی زور دیا جاتا ہے لیکن دین اسلام نے اخلاقیات کو نظام زندگی میں جو مقام دیا اس کی نظیر نہیں ملتی ۔اسلام کی ترویج و اشاعت میں سب سے زیادہ اہم کردار جس نے ادا کیا وہ تھا داعیٔ اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا اخلاق کریمانہ، ان کا حسن سلوک ، ، رواداری جس نے کفار عرب پر اپنا اتنا گہرا اثر چھوڑا کہ لوگ سرکار دو عالم ﷺ کے معترف ہوئے اور دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔حضور ﷺ کا اخلاق تو عین رضائے الٰہی کے مطابق تھا جس پر قرآن نے مزید مہر تصدیق ثبت کی ۔ان کو بلند اخلاق والا فرمایا۔ بعثت کے بعد سرکار دو عالم ﷺ نے لوگوں کو دعوت اسلام دینے کا سلسلہ جاری کیا ، خدائے وحدہٗ لاشریک کی وحدانیت اور اسکی ربوبیت اور اپنی رسالت کی خوشخبری سنا کر لوگوں کو ایک معبود کی عبادت کرنے اور معبودان باطل سے بیزار کرنے کیلئے عرب میں تبلیغ اسلام کا سلسلہ جاری کیا۔ یہ کوئی آسان کام نہ تھا، وہ عرب جو اپنی فصاحت بلاغت اور خود ساختہ انا کے نشہ میں چور اور اپنے بنائے ہوئے خداؤں کی عبادتوں میں مشغول تھے وہ کیسے اپنے ہی قبیلہ میں جنم لینے والے انسان کی باتوں پر فوراً ایمان لانے کو تیار ہوجاتے ۔اس سب کے باوجود یہ امتیاز آپ ﷺ کو حاصل تھا کہ وہی منکرین رسالت آپ کو امین و صادق بھی تسلیم کرتے اور آپ کو اپنی امانتوں کا امین بھی بناتے۔

رسول کریم ﷺ نے دین اسلام کو آفاقی اور دیگر مذاہب کے لئے نمونۂ عمل بنانے کے لئے کچھ ضابطے اور اصول وقوانین مرتب کئے اور نہ صرف ان کی اشاعت کی بلکہ خود ان پر عمل کر کے لوگوں کو ان ضوابط پر چلنے کی ترغیب دی۔ آپ ﷺ نے سب سے پہلے دعوت اسلام کے لئے اپنے ہی خاندان کا انتخاب فرمایا اور ان کے درمیان اعلان نبوت فرمایا۔ اس اعلان نبوت کے بعد ہی سے سرکار دو عالم ﷺ کی مخالفت کا سلسلہ شروع ہوا، یہ مخالفت ذاتی نہ تھی، خاندانی نہ تھی، یہ مخالفت تو رسول کریم ﷺ کے اس پیغام سے تھی جس کو آپ لوگوں کو دے کر حق کا راستہ دکھا رہے تھے۔ بات یہاں تک آ پہنچی کہ وہ لوگ جو آپ پر جان نچھاور کرتے تھے وہ آپ کی جان کے دشمن ہوگئے۔خون کے پیاسے ہوگئے لیکن رسول کریم ﷺ نے اپنا طریقۂ کار نہ بدلا ، وہ صبر کا دامن پکڑے رہے اور اپنے رفقاء کو بھی امن پسندی اور اخلاق حسنہ کے ساتھ لوگوں میں اسلام کی اشاعت کرنے کی تعلیم فرماتے رہے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے کبھی مشرکین سے زبردستی جنگ کر کے ان کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں فرمایا۔ نہ ہی اپنے رفقاء گرامی ، اپنے اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو تشدد، اشتعال اور جبر کے راستے کی طرف راغب کیا۔

رسول کریم ﷺ نے مسلمانوں اور اسلام کے دفاع میں جو بھی جنگ مشرکین سے لڑی وہ بھی اصول وقوانین کے ساتھ۔ اس میں بھی سرکار ﷺ نے ایسے بلند اخلاق کا مظاہرہ کیا جو زمانے کے لئے نمونۂ عمل ہے۔ وہاں پر بھی سرور کونین ﷺ نے جنگ کے آداب مقرر کئے تا کہ جنگ معرکۂ خیر وشر کے دائرہ سے نکل کر بربریت و دہشت گردی کے دائرہ میں داخل نہ ہو جائے۔

میں سرکار دو عالم ﷺ کے چند اقوال صرف اس لئے نقل کرتا ہوں کہ لوگ جانیں کہ اس آفاقی رسول ﷺ نے اپنے دین کو آفاقیت بخشنے کیلئے جو آداب عنایت فرمائے اس میں زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں ہے جو فیضیاب نہ ہوا ہو۔ سرکار دو عالم ﷺ جنگ پر جانے سے پہلے فرماتے:

۱.....تم دشمنوں کے ساتھ اتنا ہی کر سکتے ہو جتنا تمہارے ساتھ کیا گیا ہے۔ اگر صبر و درگزر سے کام لو تو تمہارے لئے اور بھی زیادہ بہتر ہے۔

۲.....کسی قوم کی دشمنی تمہیں عدل سے باہر نہ لے جائے۔ عدل کرنا ہوگا کیونکہ یہی تقویٰ سے قریب تر ہے۔

۳.....حد سے تجاوز کرنے کو اللہ پسند نہیں فرماتا۔

۴.....بدعہدی اور خیانت نہ کرو۔

۵.....لاشوں کے ہاتھ پیر نہ کاٹو۔

۶.....راہبوں اور گوشہ نشینوں کو نہ چھیڑو۔

۷.....کھجور یا کوئی پھل دار درخت نہ کاٹو۔

۸.....عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور نہ لڑنے والے افراد کو نہ چھیڑا جائے

یہ تھا اللہ کے رسول ﷺ کا اخلاق اور یہ تھی ان کی تعلیم کہ جنگ میں بھی وہ اخلاقی اقدار باقی رہیں جو انسانیت کے لئے جلا بخش ہیں۔ سرکار دو عالم ﷺ نہ صرف جنگ کے دوران لوگوں کو رواداری اور اخلاق حسنہ کے ساتھ معاملات کرنے کی تعلیم دیتے بلکہ جنگ کے بعد بھی مخالفین سے ایسا برتاؤ اور حسن سلوک ہوتا کہ وہ لوگ سرکار دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں خود کو پیش کر دیتے اور مشرف بہ اسلام ہو جاتے۔ اس کی بہت ہی روشن دلیل ہمارے پاس فتح مکہ کی ہے، کہ فتح مکہ کے بعد اسلامی فوج کے سالار اعظم یعنی ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ مکہ میں اپنی پوری آب و تاب، جاہ و جلال، فضل و کمال کے ساتھ ایک عظیم فاتح کی طرح مکہ میں داخل ہوتے ہیں تو کفار و منافقین اور دشمن اسلام، دشمن رسول آج متزلزل ہیں کہ آج تو انتقام کا دن آ پہنچا ہے۔ مکہ میں آج تو خوں ریزی ہوگی، آج محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کے رفقاء ہمارے سارے مظالم کا بھرپور جواب دیں گے۔ لیکن جس کو رب العالمین نے رحمتوں کا پیکر بنا کر بھیجا تھا، جو رسول انسانیت کا سب سے بڑا محسن ہو، جو اخلاق کی بلندی پر کھڑا ہو وہ کیسے کوئی قدم ایسا اٹھا سکتا تھا جو انسانیت اور اخلاقی اقدار سے ٹکرا جائے۔ رسول کریم ﷺ نے اعلان فرما دیا کہ آج حرم میں خوں ریزی نہ ہوگی، صرف اس کا مقابلہ کیا جائے گا جو سامنے آ کر مقابلہ کرے، بھاگنے والے کا تعاقب نہ کیا جائے، ہتھیار پھینکنے والے کا تعاقب نہ ہوگا، زخمی اور اسیر قتل نہ کئے جائیں گے، جو شخص کعبہ میں داخل ہو جائے اس کو پناہ، جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے اسے پناہ، جس شخص نے ابو سفیان کے گھر پناہ لی اس کو امان۔ کیا تاریخ عالم میں ایسی مثال دی جا سکتی ہے کہ فاتح اپنے سب سے بڑے دشمن کے گھر میں پناہ لینے والے کو معافی کی بشارت دے دے۔ یہ وہ عظیم اخلاق مصطفوی تھا جس نے اسلام کو دیگر مذاہب کی بہ نسبت ایک ممتاز و منفرد مقام پر لا کر کھڑا کیا۔ آج پوری دنیا عالمی جنگ کے دہانے پر ہے، اقتدار کی ہوس نے لوگوں کے ذہن سے انسانیت اور رحم کے نقوش کھرچ کر دہشت گردی و ظلم کی عبارتیں جلی حروف میں رقم کر دی ہیں۔ یہی معقول وقت ہے کہ رسول کریم ﷺ کی بارگاہ میں پناہ لی جائے۔ ان کی تعلیمات، ان کی سیرت مبارکہ، ان کے اخلاق حسنہ سے استفادہ کیا جائے اور اس کی سب سے بڑی ذمہ داری ان پر عائد ہوتی ہے جنہوں نے اس ذات گرامی کا عطا کیا ہوا کلمۂ توحید پڑھا ہے۔ اب یہ ذمہ داری امت پر ہے، سرکار دو عالم ﷺ کی سیرت طیبہ ہمارے سامنے ہے۔ ان کا کردار، ان کی ہر ہر ادا ہمارے سامنے ہے اس لئے ہم اور آپ پوری دنیا کو اس کا پیغام دیں، اپنے کردار، اطوار، اعمال، حسن اخلاق کا ایسا گہرا اثر اغیار پر چھوڑیں کہ پوری دنیا مسلمان کو دیکھ کر اسلام کی افادیت اور اس کی حقانیت کی معترف ہو۔

موضوع کا عنان گفتگو میں دوسری طرف موڑوں یعنی یہ عرض کروں کہ انفرادی اور اجتماعی دہشت گردی کو جڑ سے ختم کرنے کے لئے رسول اکرم ﷺ نے ہمیں کیا کیا تعلیم دی ہے! پہلے تو یہ امر ذہن نشین کر لیا جائے کہ دہشت اور مخاصمت کے اسباب عموماً ۳ رہوتے ہیں:

۱.....جان ۲.....مال ۳.....آبرو

کسی کی جان لینے کا خیال، کسی کا مال ہڑپ کرنے کا ارادہ یا کسی کی آبرو پر حملہ کرنے کی نیت جارحانہ دہشت گردی کو جنم دیتی ہے اور ان تینوں چیزوں کو بچانے کی کوشش یعنی جان کا پاس، مال کی حفاظت اور آبرو کا احترام دفاعی جنگ اور اس میں چھپی دہشت گردی کو جنم دیتی ہے۔

اب ذرا چشم تصور کو وا کیجئے، عرفات کا میدان ہے، حج کا دن ہے، ذی الحجہ کا مہینہ ہے، شہر مکہ کا نواحی علاقہ ہے، ایک لاکھ چالیس ہزار صحابہ کا مجمع ہے، خدا کے آخری رسول اپنی وفات سے اکیاسی ۸۱/ دن پہلے الوداعی خطبہ دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں: ''لوگو! تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں قیامت تک کے لئے اسی عزت اور حرمت کی مستحق ہیں جس طرح تم آج کے دن یعنی یوم حج، اس مہینے یعنی ماہ ذی الحجہ اور اس شہر یعنی شہر مکہ کا احترام کرتے ہو۔''

نبی کریم ﷺ بصیرت نبوی سے ملاحظہ فرما رہے تھے کہ خون کا انتقام، سود کی علت، غلاموں سے برا برتاؤ اور عورتوں سے خراب سلوک کے بارے میں اگر نصیحت نہ کی گئی تو ہوسکتا ہے کہ یہ باتیں لوگوں کے درمیان دہشت ومخاصمت، جنگ وجدال کو بڑھاوا دیتی رہیں گی۔ اسی الوداعی خطبہ میں خدا کے برگزیدہ رسول ﷺ فرما رہے ہیں: ''میں زمانہ جاہلیت کے تمام خون کے بدلے آج مٹا رہا ہوں اور سب سے پہلے اپنے خاندان میں سے ربیعہ بن حارث کے بیٹے کے خون کا بدلہ باطل کرتا ہوں۔ میں جاہلیت کے تمام سود باطل قرار دیتا ہوں اور سب سے پہلے اپنے خاندان میں سے عباس بن عبدالمطلب کا سود ختم کرتا ہوں۔ اپنے غلاموں کا خیال رکھو، جو خود کھاؤ وہی انہیں کھلاؤ جو خود پہنو وہی انہیں پہناؤ، عورتوں کے بارے میں خدا سے ڈرو جس طرح تمہارے حقوق عورتوں پر ہیں اسی طرح عورتوں کے حقوق تم پر ہیں۔''

یہ الوداعی خطبہ درحقیقت ایسا منشور ہے آدمی کو انسان بن کر دکھانے کا طریقہ تعلیم کیا گیا ہے۔ انسانی حقوق کا احترام کرنے کی ہدایت کی گئی ہے، دنیا اس منشور کو مشعل راہ بنالے تو دہشت گردی کے تخم ہی ناپید ہوجائیں گے۔ ہادیٔ برحق کی ہدایت تو ہمارے قلب کو منور کرتی ہی ہے، ضرورت ہے اسے ہم سماجی عمل میں تبدیل کرکے دنیا کو بتادیں کہ اسلام اور مسلمانوں کا دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ اسلام انصاف پرمبنی معاشرہ کے تشکیل پر اصرار کرتا ہے ظاہر ہے کہ جس سماج میں انصاف کا بول بالا ہوگا اس میں دہشت گردی کبھی نہیں پنپ سکتی، وقت کا مطالبہ ہے کہ ہم رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات اور ہدایات پر مشتمل اس آفاقی منشور کو عصری مسائل کے حل کے لئے دنیا کے سامنے پیش کریں، اسی میں دنیا کی بقا ہے۔ سچ ہی کہا ہے امام احمد رضا نے۔

تم سے کھلا باب جود، تم سے ہے سب کا وجود
تم سے ہے سب کی بقا تم پہ کروڑوں درود

......☆بقیہ......فقہی سیمینار☆......

ریڈیائی لہروں سے بھی کام لیا جاسکتا ہے اسی لئے تمام مندوبین مفتیان کرام کا اس پر اتفاق ہوا کہ اس مسئلہ میں حاجت شرعیہ کا اصلاً تحقق نہیں ہے۔ لہٰذا مووی بنانے اور دیکھنے دکھانے کی اجازت نہیں علاوہ ازیں ''درء المفاسد اهمّ من جلب المصالح'' کے تحت حکم حرمت ہی رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۶) تصویر اگر اتنے فاصلے پر ہے کہ مصلی اور تصویر کے مابین اختلاف مکان ہوجائے تو باعث کراہت نہیں البتہ نماز جمعہ وغیرہ میں جہاں بہت بڑی جماعتیں ہوتی ہیں حتیٰ کہ مسجد کے باہر کئی کئی صفیں ہوجاتی ہیں دائیں بائیں سامنے اوپر بڑی بڑی تصاویر آویزاں ہوتی ہیں تو وہاں اعادۂ صلوٰۃ کا حکم ہے یا نہیں؟

اس مسئلہ میں حضرت تاج الشریعہ نے فرمایا کہ اگر وہ خاشعین کی سی نماز پڑھتا ہو کہ گرد وپیش کی طرف نہ اس کی نظر جائے نہ دھیان تو اسکی نماز بے کراہت ہوجانا چاہئے البتہ ان کے علاوہ کی نماز کا اعادہ واجب ہے یا نہیں اس پر دوبارہ غور کرلیا جائے۔

(۷) سترہ قائم کردینے سے گرد وپیش تصاویر کے سبب نماز کی کراہت دفع نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۸) عوامی جگہوں پر تصاویر سے احتراز متعذر ہو تو یہ عذر من جہۃ العباد ہی قرار پائے گا اور اعادہ صلاۃ واجب ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

## مجلس پنجم کا فیصلہ

دوسرے فقہی سیمینار کے ایک موضوع کے تشنہ گوشہ کا فیصلہ

## انٹرنیٹ کے ذریعہ نکاح کا حکم

فیکس اور ای میل، ایس، ایم، ایس (SMS) کی تحریریں کتاب وخط کے حکم میں ہیں انہیں شہود کے سامنے پڑھ کر سنا کے یا اس کا مضمون بتا کے پھر اسی مجلس میں قبول کرلے تو نکاح صحیح ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عقائد و معمولات

محمد عبدالقادر رضوی

# بیعت کی شرعی حیثیت

بیعت کیا ہے؟ کس چیز کا نام ہے؟ بیعت کیوں کرتے ہیں؟ بیعت سے کیا فائدہ ہے اور بیعت کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا بیعت قرآن واحادیث سے ثابت ہے؟ اور بیعت کب سے جاری ہے؟ یہ ایسے سوالات ہیں کہ بیعت کے مخالفین ومنکرین بازاروں اور چوراہوں پر کھڑے ہوکر بھولی بھالی سنّی عوام کو الجھا کر ان کے دلوں سے عقیدتِ اولیاء کرام کو مسخ کرنے اور ان کے ایمان و ایقان کو برباد کرنے کی کوششیں کرتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ پیری مریدی کیا ہے؟ یہ تو بس عوام کو اپنے جال میں پھانسنے کا طریقہ ہے حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ جو لوگ ایسا کہتے پھرتے ہیں وہ بیعت کی حقیقت سے واقف ہی نہیں کہ بیعت کیا ہے؟ اور بیعت کسی بھی ایرے غیرے کے ہاتھ پر نہیں کی جاسکتی بلکہ یہ بہت ہی عظیم منصب جلیلہ ہے اور شریعت مطہرہ نے اسکے شرائط مقرر کیے۔ اگر وہ شخص ان شرائط کا جامع ہے تبھی بیعت کرسکتا ہے اور اس سے بیعت ہونا جائز ہوگا ورنہ اگر ایک شرط بھی مفقود ہے تو کتنے ہی اعلیٰ خاندان سے منسلک ہو، کیسا ہی علم کا تاجور کیوں نہ ہو اس سے بیعت ہونا جائز ہی نہیں اور اگر کوئی ایسے نام کے پیر سے مرید ہو جائے تب بھی اس کی بیعت جائز نہ ہوگی بلکہ اس سے بیعت کرنا ناجائز ہی رہیگا۔

بیعت کیا اور کس کو کہتے ہیں؟ تو بیعت کی تعریف کرتے ہوئے سید الاولیاء حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں "یاد رکھو! پیری مریدی بیعت ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ رکھنے اور عہد باندھنے کا نام ہے جیسا کہ پیران طریقت نے اپنے ہاتھ سچے مریدوں کے ہاتھوں پر رکھے اور رکھتے ہیں اور کلمہ استغفار اور توبہ کی تلقین کرتے ہیں اور مریدوں سے عہد لیتے ہیں کہ ما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا۔ ترجمہ: جو رسول اللہ ﷺ تمہیں دیں اسے لے لو اور جس سے تمہیں منع کریں اس سے باز رہو۔"
[سبع سنابل شریف ص ۱۰۳] اور بیعت وارادت کی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:

مریدی چیست ، توبہ از گناہاں
شدن تقصیر ہارا عذر خواہاں
مریدی عقد توبہ بستن آمد
ز اخلاق ذمیمہ رستن آمد
چوں دیں، بے توبہ ، در نقصان وشین ست
مریدی، عین نص و فرض عین ست

ترجمہ: مریدی کیا ہے؟ اپنے گناہوں سے توبہ کرنا اور اپنی کوتاہیوں، غلطیوں کی عذر خواہی کرنا، مریدی ایک معاملہ ہے توبہ کرنے اور بری باتوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کا۔ چونکہ بغیر توبہ کے دین بھی نقصان میں اور بے رونق رہتا ہے لہٰذا مریدی بیحد ضروری اور ہر شخص پر لازم ہے۔ [مثنوی شریف] اور جو لوگ بیعت کا انکار کرتے ہیں اور پیری مریدی کے قائل نہیں ہیں وہ بھی پیر بناتے ہیں لیکن کس کو؟ ایسے لوگ شیطان کو اپنا پیر بناکے اس کے بہکاوے میں آتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا گیا "من لا شیخ لہ فشیخہ الشیطان" یعنی جس کا کوئی پیر نہیں تو شیطان اس کا پیر ہے اور اس کے صحیح مصداق وہی لوگ ہیں جو مشائخ کرام کے قائل نہیں اور پیری مریدی کا سراسر انکار کرتے ہیں۔ جیسے وہابیہ، دیوبندیہ، غیر مقلدین وغیرہ۔ ان کا پیر شیطان ہے کوئی مسلمان نہیں [فتاویٰ رضویہ جلد ۱۱ص ۲۰۷] اور مثنوی شریف میں ہے:

چوں پیرت نیست ، پیرت ابلیس

کہ راہ دیں زدہ ست از مکر و تلبیس

ترجمہ: اور بیعت ہو جانا گناہوں سے پناہ حاصل کرنا ہے۔ اس لئے کہ ہمارا پورا وجود سرتا پا گناہوں، نافرمانیوں سے ملوث ہے اور بیعت وارادت کرکے ان تمام گناہوں سے پناہ حاصل کی جاسکتی ہے۔ نیز مرید ہونا، بیعت کرنا ہمارے دین اور ایمان کی چار دیواری کی حیثیت رکھتی ہے۔ ایمان ایک جوہر ہے۔ دنیا کی عظیم ترین شے کا نام ایمان ہے، اس سے زیادہ قیمتی دنیا کی کوئی دوسری چیز نہیں۔ کیا ایسی عظیم ترین شے کی حفاظت کیلئے کوئی اقدام کرنا ضروری نہیں۔ کیا کوئی مالدار اپنی دولت کی حفاظت کرنے کیلئے کوئی انتظام نہیں کرتا؟ ضرور کرتا ہے جبکہ اس کے پاس دولت ہو اور سنّی صحیح العقیدہ مسلمان اپنے پاس ایمان جیسی گراں قدر دولت اور سب سے بہترین سرمایہ رکھتا ہے جس کو بڑی سے بڑی قیمت پر نہ بیچا جاسکتا ہے اور نہ ہی کسی بازار سے خریدا جاسکتا اور نہ ہی چوری کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی کوئی غصب کرسکتا ہے اور بیعت یعنی پیری مریدی حاصل کرکے سنّی مسلمان اپنے ایمان کو دل کی مقفل کوٹھری میں بند کر لیتے ہیں یعنی ایمان کے ڈاکو اس کے بعد انکے ایمان پر نہ بم گراسکتے ہیں اور نہ ہی مکر وفریب کے میزائل چھوڑ سکتے ہیں اور جن کے پاس ایمان جیسی عظیم شے نہیں ہے ان کو اس کی حفاظت سے بھی کوئی غرض نہیں۔ اس لئے وہ اپنے نام کے ایمان کو کبھی امریکہ کے ڈالر، کبھی برطانیہ کے پونڈ اور کبھی سعودیہ کے ریال کے عوض فروخت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کے پاس یہ سرمایہ ہے ہی نہیں تو پھر وہ اس کی حفاظت کی کیا فکر کریں گے۔

حضرت مولانا روم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

سراپائی وجود ما گناہ ست
مریدی ہر گناہ ہے راہ پناہ ست
مریدی شد ، حصار دین وایماں
غم ایماں خورد ، مرد مسلماں

ترجمہ: ہمارا سرتا پا پورا وجود گناہ ہے اور مرید ہو جانا ہر گناہ کے لئے پناہ گاہ، مرید یعنی بیعت دین وایمان کے لئے چار دیواری ہے اور ہر مرد مسلماں کو اپنے دین کی فکر رہتی ہے۔ [مثنوی شریف]

**بیعت قرآن کی روشنی میں:** اب ہم وہ آیات طیبات پیش کرتے ہیں جو صریح طور پر بیعت کے جائز ودرست ہونے پر دلالت کرتی ہیں، قرآن مجید میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: ''اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا یَنْكُثُ عَلٰی نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝'' [سورۂ فتح:۱۰] وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ (دست قدرت) ہے تو جس نے عہد توڑا اس نے اپنے برے کو عہد توڑا اور جس نے پورا کیا وہ عہد جو اس نے اللہ کے ساتھ کیا تھا تو بہت جلد اللہ اسے بڑا ثواب دیگا۔ [ترجمۂ کنزالایمان]

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا'' [سورۂ فتح:۱۸] بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے تو ان پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔ [ترجمۂ کنزالایمان]

ایک اور مقام پر قرآن مجید میں ارشاد ہے: ''یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ عَلٰۤی اَنْ لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَیْـًٔا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُهْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا یَعْصِیْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝'' [الممتحنہ:۱۲] اے نبی جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں اس پر بیعت کرنے کو کہ اللہ کا کچھ شریک نہ ٹھہرائیں گے اور نہ چوری کریں گے اور نہ بدکاری اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گے اور نہ بہتان لائیں گے جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان یعنی موضع ولادت میں اٹھائیں اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گے تو ان سے بیعت لو اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہو۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔'' [کنزالایمان]

مذکورہ بالا آیات منصوصات بیعت وارشاد کے جواز پر واضح

وروشن دلیل ہیں اور ایسی وضاحت کے ساتھ وارد ہیں کہ کسی تفسیر قرآن کی طرف رجوع کرنے کی حاجت پیش نہیں آتی ہے کہ ان میں صراحت ہے۔ ہاں البتہ یہ ضرور ہے کہ شروع کی دو آیتوں میں جہاد پر بیعت لینے کا ذکر ہے مگر ان کو صرف جہاد پر بیعت لینے کیلئے مقید کر دینا ہرگز صحیح نہیں کہ یہ سراسر جہالت ہے۔ تین نمبر آیت میں صراحت کے ساتھ ارشاد ہوا ہے کہ عورتوں نے حضور اقدس ﷺ کے دست حق پرست پر بیعت کی شرک، چوری بدکاری وغیرہ گناہوں کے سلسلے میں بیعت حاصل کی اور حضور اقدس ﷺ نے ان سے بیعت لی۔

**بیعت احادیث کی روشنی میں:** آج کے دور میں غیر مقلد فرقے والے خاص کر ہر مسئلے میں بخاری شریف کی رٹ لگاتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ اگر ہم ان کو کوئی بات بتائیں تو فوراً کہتے ہیں کہ کس حدیث شریف میں ہے اور بخاری میں ہے یا نہیں؟ اگرچہ انہوں نے بخاری شریف کو دیکھا بھی نہ ہو اور متن بخاری شریف کا کچھ علم بھی ہو یا نہ ہو، نیز اگرچہ ان کو وہ حدیث دکھائیں تو پڑھ پاتے ہیں یا نہیں۔ بخاری سے صرف نظر کیجئے افسوس تو اس پر ہے کہ وہ حضرت امام بخاری علیہ الرحمۃ کے نام نامی سے بھی واقف نہیں ہوتے، اردو کی چھوٹی موٹی کتاب نہیں پڑھ پاتے مگر بخاری شریف کے حوالے کا شوق ضرور ہوتا ہے تو لیجئے ہم "صحیح بخاری" سے چند حدیثیں نقل کرتے ہیں جن میں صاف وضاحت ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور اقدس ﷺ کے دستِ حق پرست پر دینی باتوں پر چلنے اور قائم رہنے کی بیعت کی۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے اور وہ "لیلۃ العقبہ" کے نقیب بنائے گئے تھے۔ یہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے وقت ارشاد فرمایا جبکہ آپ کے گرد صحابہ کی ایک جماعت تھی کہ ان باتوں پر مجھ سے بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرو گے، چوری نہ کرو گے، زنا نہ کرو گے، اپنی اولادوں کو قتل نہیں کرو گے اور خود کر کے کسی دوسرے پر بہتان نہ باندھو گے، اچھی بات میں نافرمانی نہ کرو گے، جس نے اس کو پورا کیا اس کا ثواب اللہ کے ذمہ کرم پر ہے اور جو ان گناہوں میں کسی کا ارتکاب کر بیٹھے اور اس کو دنیا میں سزا دی جائے تو یہ اس کیلئے کفارہ اور پاک کرنے والی ہے اور جو ان گناہوں میں سے کچھ کرے اور اللہ ﷻ اس کو چھپائے رکھے تو یہ اللہ کے سپرد ہے، چاہے اس کو معاف فرمادے، چاہے تو آخرت میں سزا دے۔ تو ہم نے ان سب باتوں پر حضور اقدس ﷺ سے بیعت کی۔"
[بخاری شریف/ص:۷/ج:۱]

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے بیعت کی نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کیلئے خیر خواہی چاہنے پر۔" [بخاری شریف/جلد:۱/ص:۷۰]

ولید بن عبادہ نے کہا کہ مجھے میرے باپ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بیعت کی کہ ہر بات سنیں گے اور ہر حکم کی اطاعت کریں گے خواہ بات پسندیدہ ہو یا ناپسندیدہ ہو۔ حاکم سے حکومت کے لئے نہیں لڑیں گے اور حق پر قائم رہیں گے یا حق بات کہیں گے خواہ کسی بھی جگہ پر ہوں اور اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔" [بخاری شریف/جلد:۲/ص:۱۰۶۹]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی کہ ہر بات سنیں گے اور ہر حکم کی اطاعت کریں گے۔" [بخاری شریف/جلد:۲/ص:۱۰۷۰]

**منکر بیعت کا حکم:** جو شخص بیعت کو باطل ولغو جانتے ہوئے اس کا انکار کرے تو ایسا شخص گمراہ و بددین ہے اور بے فلاح نیز مرید شیطان ہے۔ کسی سنی صحیح العقیدہ مسلمان کا مرید نہیں ہو سکتا جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد اسلام امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں "جو اس (بیعت) کا ترک بوجہ انکار کرے اسے باطل ولغو جانے وہ ضرور گمراہ اور بے فلاح و مرید شیطان ہے، جبکہ انکار مطلق ہو۔" [بیعت و خلافت کے احکام/ص:۲۰]

**شرائط بیعت:** شریعت مطہرہ کے نزدیک بیعت لینے کیلئے ۴/ شرطیں ہیں۔ اگر ان ۴ میں سے کسی میں ایک بھی کم ہو تو ایسا شخص پیری مریدی کے لائق نہیں۔ جس کی تفصیل اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

تحریر فرماتے ہیں ”بیعت گرفتن و بر مسند ارشاد نشستن را از چار شرط ناگزیر ست۔“

اول: آنکہ سنی صحیح العقیدہ باشد زیرا کہ بد مذہبان سگان دوزخ اندو بدترین خلق چنانکہ در حدیث آمدہ۔

دوم: است عالم بعلم ضروری بودن کہ بے علم نتواں خدا را شناخت۔

سوم: اجتناب کبائر کہ فاسق واجب التوہین ست و مرشد واجب التعظیم ہر دو چہ گونہ بہم آید۔

چہارم: اجازت صحیح متصل کما اجمع علیہ اہل الباطن ہر کہ ازینہا ہیچ شرطے را فاقد ست او را نشاید پیر گرفتن۔

ترجمہ: بیعت لینے اور مسند ارشاد پر بیٹھنے کیلئے ۴ر شرطیں ضروری ہیں۔ ایک یہ کہ سنی صحیح العقیدہ ہو اس لئے کہ بدمذہب دوزخ کے کتے ہیں اور بدترین مخلوق جیسا کہ حدیث شریف میں آیا۔ دوسری شرط ضروری علم کا عالم ہونا ہے اس لئے کہ بے علم خدا کو پہچان نہیں سکتا۔ تیسری شرط یہ کہ کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرے اس لئے کہ فاسق کی توہین واجب ہے اور مرشد واجب التعظیم ہے، دونوں چیزیں کیسے اکٹھا ہوں گی۔ چوتھی شرط اجازت صحیح متصل ہو جیسا کہ اس پر اہل باطن کا اجماع ہے۔ جس شخص میں ان شرائط میں سے کوئی ایک شرط نہ پائی جاتی ہو تو اس کو پیر نہیں بنانا چاہیئے۔ [نقاء السلافۃ فی احکام البیعۃ و الخلافۃ/ ص:۳۸]

**کیا عورت بیعت کرسکتی ہے؟ کیا پیر کیلئے مرد ہونا ضروری ہے؟** اولیاء کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ داعی الی اللہ مرد ہی ہو کوئی عورت نہ پیر بن سکتی ہے اور نہ ہی بیعت لے سکتی ہے۔ حتیٰ کہ سلف صالحین سے آج تک کوئی عورت نہ پیر بنی اور نہ ہی بیعت کیا۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ”اولیاء کرام کا اجماع ہے کہ داعی الی اللہ کا مرد ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا سلف صالحین سے آج تک کوئی عورت نہ پیر بنی نہ بیعت کیا۔“ اھ [بیعت و خلافت کے احکام/ ص:۱۳] اور امام عارف باللہ سیدی عبد الوہاب شعرانی قدس سرہ السامی میزان الشریعۃ الکبریٰ ”کتاب الاقضیہ“ میں تحریر فرماتے ہیں: ”بے شک اہل کشف نے اس پر اجماع کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کیلئے مرد ہونا شرط قرار دیا اور ہم کو خبر نہیں پہنچی کہ سلف صالحین کی عورتوں میں سے کوئی عورت مریدین کی تربیت کے درپے ہوئی ہو ہمیشہ بوجہ عورتوں کے درجہ میں ناقص ہونے اگرچہ ان کے بعض میں کمال وارد ہوا جیسے کہ حضرت مریم بن عمران اور آسیہ فرعون کی بیوی تو پس یہ کمال تقویٰ اور دین کے لحاظ سے ہے نہ کہ لوگوں کے درمیان حکومت کرنے کے لحاظ سے اور ان کو مقامات ولایت میں چلانے کی وجہ سے عورت کی غایت امر یہ ہے کہ وہ عابدہ، زاہدہ ہو جیسا کہ حضرت رابعہ عدویہ بصریہ۔“ اھ [نقاء السلافۃ فی احکام البیعۃ و الخلافۃ/ ص:۴۴]

مندرجہ بالا سطور میں ہم نے پیر کی ۴ر شرطیں بیان کردی ہیں۔ اب ان شرائط کے پائے جانے کے بعد اگر وہ شخص اگرچہ سیّد نہ ہو مگر اس کا سلسلہ رسول پاک ﷺ سے متصل ہو تو صحیح شیخ اور پیر طریقت ہے۔ پیر کیلئے سیّد ہونا ضروری نہیں بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ پیر تو سیّد ہی ہوسکتا ہے اور سیّد ہی صرف بیعت کرسکتے ہیں اور کوئی دوسرا بیعت نہیں کرسکتا اور کسی غیر سیّد دوسرے خاندان کے شیوخ سے بیعت نہیں کرسکتے بلکہ سادات ہی بیعت کرسکتے ہیں تو ان کا یہ خیال فاسد اور سراسر غلط ہے کہ شریعت میں کہیں بھی شرط نہیں کہ پیر کا آل نبی ہونا ضروری ہے اور نہ ہی طریقت و تصوف کی کسی کتاب میں ایسی شرط لکھی گئی ہے۔ بس یہ ہے کہ اس غیر سیّد کا سلسلہ صحیح اجازت و خلافت کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ تک متصل ہو۔

......☆بقیہ......حضور تاج الشریعہ، کچھ یادیں کچھ باتیں☆......

اوڑھے خلافت کی بھیک لینے کے لیے مدتوں سے حضرت کی چاکری اختیار کیے ہوئے ہیں مگر حضرت ان پر کوئی توجہ نہیں فرما رہے ہیں اور مسرت یوں کہ مجھ جیسے حقیر بے توقیر کو دور سے بلوا کر ایسا عظیم و جلیل اعزاز بخشے جا رہے ہیں۔ فالحمد للہ علی ذالک

گرچہ خردیم نسبتے ست بزرگ ذرہ آفتاب تابانیم

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسلام کے اس مرد جلیل کو جگ جگ سلامت رکھے، اس کے فیوض و برکات سے ایک زمانہ کو متمتع فرمائے آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین۔ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ و صحبہ وسلم

سیدی اعلیٰ حضرت

# امام احمد رضا کی شانِ بے نیازی

ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی

آب وگِل کی آمیزش ہوئی، تو انسان پیدا ہوا اور یہ سب کو معلوم ہے کہ اس انسان کا انجام ایک قطرۂ آب ہے اور انجام ایک مشت خاک، اس آغاز وانجام کی کہانی پل بھر کی بھی ہوسکتی ہے، پہروں بھی چل سکتی ہے اور پیڑھی در پیڑھی بھی ختم نہیں ہوسکتی۔ ہاں! انسان اتنا ناتواں ہے، اتنا بے کراں ہے، شاعر کے تخیل نے کیا خوب تصویر اتاری ہے

سمٹے تو اک مشتِ خاک ہے انساں
پھیلے تو کونین میں سما نہ سکے

وہ جس کی فکری توانائیوں سے ملت کی تعمیر ہوتی ہے، معاشرہ تشکیل پاتا ہے تاریخ اسے ہر دور میں رجلِ عظیم، بطلِ جلیل، مصلحِ امت اور مفکرِ ملت بنا کر پیش کرتی رہتی ہے۔ وہ تو چلا گیا کہ اسے جانا ہی تھا مگر اس کی فکر زندہ ہے، اصلاحی کوششیں تابندہ ہیں، دینی وعلمی نگارشات درخشندہ ہیں۔

تاریخ گواہ ہے نہ فرعون ونمرود رہا، نہ ہامان وشداد رہا، ہاں! اس کی حکایت تو ضرور موجود ہے مگر کتنی عبرت ناک ہے، افسوس ناک ہے، کتنا بھولا ہے وہ جس نے زندگی نذرِ آوارگی کردی، یہ دانائی نہیں نادانی ہے، حماقت ہے۔ یقیناً دانا ہے وہ جس نے زندگی وقفِ بندگی کردی، اس نے زندگی گنوائی نہیں، کمائی ہے، بگاڑی نہیں، بنائی ہے اور بے شک اسی زندگی کو تابندگی ملی ہے، درخشندگی ملی ہے۔

دور کی بات تو دور ہے، قریب آئیں، جھانک کر دیکھیں۔
امام اعظم پر لکھی گئی کتابوں کی تعداد ۱۱۴۰ ہے اور حنفیوں کی تعداد ۸۶ کروڑ سے زائد ہے۔ [جہانِ امام ربانی/ج: ۲/ص: ۲۲۸..... نوٹ: شافعیوں کی تعداد ساڑھے چار کروڑ، مالکیوں کی تعداد چار کروڑ اور حنبلیوں کی تعداد چالیس لاکھ ہے۔ یہ ایک عرب محقق کا سروے ہے جو انہوں نے چند سال قبل کیا تھا۔ (نفس مصدر)]

امام ربانی مجدد الف ثانی پر ۳۶۰ کتابیں وجود میں آئیں۔ [جہانِ امام ربانی/ج: ۱/ص: ۸۵] یہ تعداد ۱۰۹۴ء تک کی ہے، اب تو اور زیادہ ہوگی، امام احمد رضا پر ۳۶۷ کتب ومقالات تحریر کیے گئے۔ [قرطاس وقلم/مولانا محمد عیسیٰ رضوی/ص: ۱۳]

یہ تو صرف اب تک (۲۰۰۶ء) کی بات ہے جبکہ یہ سلسلہ زلف یار طرحدار کیطرح دراز ہوتا چلا جارہا ہے۔ بتایا جائے! یہ زندگی، تابندگی، درخشندگی نہیں تو کیا ہے؟ یہ سوچنا محض بھول ہے کہ زندگی آنے جانے کا نام ہے، عیش وطرب کا نام ہے۔ حیات اور موت، یہ دو کنارے ہیں، نہ زندگی سے فرار ممکن ہے، نہ موت سے مفر۔ یہ محسوس زندگی کی بات ہے، ورنہ زندگی سے پہلے کی زندگی اور موت کے بعد کی زندگی کی نوعیت جدا جدا ہے، زندگی میں زندگی سمائی ہوئی ہے، زندگی کبھی فنا نہیں ہوتی، انسان پر یہ بھید بتدریج آشکار ہوتا ہے۔ [پرواز خیال/ڈاکٹر غلام جابر شمس/ص: ۱۳]

امام احمد رضا نے ریاست وامارت میں آنکھ کھولی مگر عسرت وغربت میں زندگی گذاری۔ وہ عسرت وغربت نہیں جو دستِ سوال کرنے پر اکسائے۔ یہ تو صبر واستغنا اور زہد وقناعت سے عبارت ہے۔ ان کے مکتوب میں ایک جملہ یہ ہے: ''دنیا میں مومن کا قوت کفاف بس ہے۔''
[حیات اعلیٰ حضرت/ملک العلماء علامہ محمد ظفر الدین/ج: ۱/ص: ۲۰۸]

کیسی بے لاگ تلقینِ صبر وشکر ہے جس کا نمونہ صرف سلف صالحین ہی کی سیرت میں مل سکتا ہے۔ ایک صاحب کو حضوری وباریابی حاصل تھی، نواب نانپارہ کی شان میں قصیدہ لکھنے کی گذارش کی۔ ذات کے خان پٹھان تو تھے ہی، غیرتِ خاندانی اور جلالِ ایمانی طیش میں آیا، قلم اٹھایا، لکھا تو یہ لکھا:

کروں مدح اہلِ دول رضاؔ، پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا، میرا دین پارۂ ناں نہیں

[حدائق بخشش/امام احمد رضا خان/ج:۱/ص:۶۷]

نواب رام پور نینی تال جارہے تھے، بریلی اسٹیشن آیا تو نواب کی اسپیشل ٹرین رک گئی، نواب کے مدار المہام (وزیر اعظم) اور سید مہدی حسن میاں اپنے نام سے ڈیڑھ ہزار روپے کی نذر لیکر خدمت میں حاضر ہوئے، غالباً بعد ظہر کا وقت تھا، آپ (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا) قیلولہ (دوپہر کے کھانے کے بعد تھوڑی دیر لیٹنے کو کہتے ہیں) فرمارہے تھے، خبر ہوئی چوکھٹ تک آئے پوچھا: ''کیا ہے؟'' عرض کیا گیا: ''یہ ڈیڑھ ہزار نذر ہے اور واپسی کے وقت نواب ملاقات کے خواستگار ہیں۔'' کھڑے کھڑے جواب دیا: یہ ڈیڑھ ہزار (اس وقت کا ڈیڑھ ہزار، آج کا ڈیڑھ لاکھ) کیا؟ کتنا بھی ہو، واپس لے جائیے اور نواب سے کہہ دیجئے کہ فقیر کا مکان اس قابل کہاں کہ ان کو بلاسکوں اور نہ میں والیانِ ریاست کے آداب سے واقف کہ خود جاسکوں۔ [حیات اعلیٰ حضرت/مولانا محمد ظفر الدین/ج:۱/ص:۹۴]

کھڑے کھڑے ایسا جواب بظاہر بھلا معلوم نہیں ہوتا مگر یہی شانِ فقیری ہے، یہی شانِ درویشی ہے جو حکمرانِ وقت کو بھی خاطر میں نہیں لاتی۔ جس کی مثال بزرگانِ کاملین کی حیات و کردار میں ملتی ہے۔ نواب حیدرآباد کا واقعہ مولانا سیف الاسلام دہلوی کی زبانی سنئے: ''میں نے سوداگری محلّہ کے کئی بزرگوں سے سنا کہ نظام حیدرآباد نے کئی بار لکھا کہ: ''حضور کبھی میرے یہاں تشریف لاکر ممنون فرمائیں یا مجھے ہی نیاز کا موقع عنایت فرمائیں۔'' تو آپ نے جواب دیا: میرے پاس اللہ تعالیٰ کا عنایت فرمایا ہوا وقت صرف اسی کی اطاعت کے لئے ہے میں آپ کی آؤ بھگت کا وقت کہاں سے لاؤں۔'' [سیرت امام احمد رضا/مولانا عبد الحکیم اختر شاہجہان پوری/ص:۵۳]

یہی مولانا سیف الاسلام دہلوی بیان کرتے ہیں: ''نواب حامد علی خاں مرحوم کے متعلق معلوم ہوا کہ کئی بار انہوں نے اعلیٰ حضرت کو لکھا کہ: حضور رام پور تشریف لائیں تو میں بہت ہی خوش ہوں گا اگر یہ ممکن نہ ہو تو مجھے ہی زیارت کا موقع دیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ آپ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مخالف شیعوں کی طرفداری اور ان کی تعزیہ داری اور ماتم وغیرہ کی بدعات میں معاون ہیں، لہٰذا میں نہ آپ کو دیکھنا جائز سمجھتا ہوں، نہ اپنی صورت دکھانا ہی پسند کرتا ہوں۔ [سیرت امام احمد رضا/مولانا عبد الحکیم اختر شاہجہان پوری/ص:۵۴]

یہ تو نوابوں، راجاؤں کی بات تھی، اخص الخواص دیندار دوستوں کی نذر بھی امام احمد رضا نے قبول نہیں کی یا کبھی قبول کی تو حیلے بہانے سے اس سے زائد لوٹا دی۔ سفرِ عظیم آباد، پٹنہ کے دوران قاضی عبد الوحید فردوسی کے خسر صاحب نے آراستہ طشت میں کچھ تحفے اور نذر پیش کی تو قبول کرنے سے انکار کردیا، میزبان نے کہا: ''حضور ساٹھ (۶۰) روپے ہیں۔'' تو آپ نے جواب دیا: ''ساٹھ ہزار بھی ہوں تو فقیر اللہ کے کرم سے بے نیاز ہے۔'' [ماہنامہ معارف رضا، کراچی/شمارہ اپریل ۲۰۰۲ء/ص:۲۲]

۱۳۳۷ھ میں امام احمد رضا جبل پور تشریف لے گئے، قریب ایک ماہ چار دن قیام فرمایا۔ میزبان مولانا شاہ عبد السلام رضوی علیہ الرحمۃ نے ایک ہزار روپے ہدیہ کئے۔ قبول تو کرلئے مگر اس سے کئی گنا زائد نقد اور طلائی زیورات میزبان اور ان کے بچوں، بچیوں کو پیش کردیئے۔ [حیات اعلیٰ حضرت/ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین/ج:۱/ص:۵۶،۵۷]

سفرِ پیلی بھیت کے دوران جوان کو نذرانے ملے، وہ انہوں نے نعت خوانوں، ثناء خوانوں میں تقسیم کردیئے۔ [ہفت روزہ دبدبۂ سکندری، رام پور/۲۹/مارچ ۱۹۲۰ء]

پھل اپنے درخت سے پہچانا جاتا ہے، امام احمد رضا کے بڑے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں تھے۔ نظام حیدرآباد، دکن نے ان کو حیدرآباد آنے کی دعوت دی۔ منصب قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کا عہدہ پیش کیا۔ ہر طرح اصرار کیا، ہر طرح لالچ دیا تو مولانا موصوف نے یہ جواب دے کر نظام حیدرآباد کو مایوس کردیا، فرمایا: ''میں جس دروازۂ خدائے کریم کا فقیر ہوں میرے لئے وہی کافی ہے۔'' [سیرت امام احمد رضا/مولانا عبد الحکیم اختر شاہجہان پوری/ص:۵۳]

مولانا محمد ابراہیم رضا خاں، مولانا حامد رضا کے بیٹے تھے اور امام احمد رضا کے پوتے، قرب و جوار کے دیہات میں اور دور دراز کے شہروں میں ابراہیم رضا خاں دینی اجتماعات اپنے خرچے پر منعقد کرایا کرتے تھے۔ [حیات مفسر اعظم/مولانا عبد الواجد قادری/ص:۸۹]

وہ (امام احمد رضا) مدرسہ منظر اسلام کے مہتمم بھی تھے، بسا اوقات ایسا بھی ہوا کہ انہوں نے گھر کا اثاثہ اور زیورات بیچ کر مدرسہ کے مصارف میں لگا دیئے۔ [حیات مفسر اعظم/ مولانا عبدالواجد قادری/ ص: ۹۷]

یہ تو سیرت نگاروں کی زبان ہے، اب خود صاحب سیرت کی زبانی سنیے۔ مولانا شاہ سید حمید الرحمٰن رضوی نوا کھالی، بنگلہ دیش کے مشہور عالم دین تھے اور امام احمد رضا کے تلمیذ و عقیدت کیش، انہوں نے یکم ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ کو جواب مسائل کے لئے ایک مکتوب لکھا تو یہ بھی لکھا: "ایک روپیہ بطور استاذی خدمت کے روانہ کیا جاتا ہے۔" [فتاویٰ رضویہ/ امام احمد رضا خاں/ مطبوعہ: رضا اکیڈمی، بمبئی/ ج: ۹/ ص: ۵۷۳]

جواب میں لکھتے ہیں: جواب مسئلہ حاضر ہے۔ الحمد للہ کہ آپ کا روپیہ نہ آیا اور آتا، اگر لاکھ روپے ہوتے تو بعونہ تعالیٰ واپس کئے جاتے۔ یہاں بحمدہ تعالیٰ نہ رشوت لی جاتی ہے نہ فتویٰ پر اجرت۔ [(الف) فتاویٰ رضویہ/ امام احمد رضا خاں/ مطبوعہ: رضا اکیڈمی، بمبئی/ ج: ۹/ ص ۵۷۵ (ب) کلیات مکاتیب رضا/ ڈاکٹر غلام جابر شمس/ ص: ۲۴۰]

کلکتہ سے حاجی نادر علی صاحب نے استفتاء کیا، اس میں ایک جملہ یہ تھا: "خرچ وغیرہ کے لئے تو غلام خدمت کے لئے حاضر ہے۔" جواب ارقام فرماتے ہیں: "یہاں فتویٰ پر کوئی خرچ نہیں لیا جاتا، نہ اس کو اپنے حق میں روا رکھا جاتا ہے۔" [فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ/ امام احمد رضا خاں/ مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن، لاہور/ ج: ۱۱/ ص: ۶۹۰]

ریاست بہاولپور سے مولانا عبدالرحیم خانقاہی کے اس جملہ: "اجرت جواب آنے پر دی جائے گی۔" کا جواب قلمبند کرتے ہیں: "یہاں فتویٰ پر کوئی اجرت نہیں لی جاتی، نہ پہلے نہ بعد، نہ اپنے لئے اسے روا رکھا جاتا ہے۔ [فتاویٰ رضویہ/ امام احمد رضا خاں/ رضا اکیڈمی، بمبئی/ ج: ۶/ ص: ۱۷۱]

گوجر خان، راولپنڈی سے محمد جی صاحب نے کئی بار خطوط لکھ کر جواب مسائل حاصل کئے ہیں، ہر بار انہوں نے اجرت و قیمت کی بات کی ہے۔ قلم کا تیور دیکھئے، لکھتے ہیں: "قیمت کاغذ کی نسبت پہلے آپ کو لکھ دیا گیا کہ یہاں فتویٰ اللہ کیلئے دیا جاتا ہے، بیچا نہیں جاتا، آئندہ کبھی یہ لفظ نہ لکھئے۔" [فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ/ امام احمد رضا خاں/ مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن، لاہور/ ج: ۱۱/ ص: ۲۵۴]

بریلی کے قریب تلہر، شاہ جہاں پور سے مولانا عبدالغفار خان نے ایک مسئلہ دریافت کیا، تو فرماتے ہیں: "یہ فقیر بفضلہ تعالیٰ غنی ہے، اموال خیرات نہیں لے سکتا۔" [فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ/ امام احمد رضا خاں/ مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن، لاہور/ ج: ۲۰/ ص: ۵۰۴]

مولانا محرم علی چشتی، صدر انجمن نعمانیہ، لاہور سے مخاطب ہو کر تحریر فرماتے ہیں: "اپنے سے زیادہ جسے پایا، اگر دنیا کے مال و منال میں زیادہ ہے (تو) قلب نے اندر سے اسے حقیر جانا۔" [فتاویٰ رضویہ/ امام احمد رضا خاں/ رضا اکیڈمی، بمبئی/ ج: ۱۲/ ص: ۱۳۳]

ریاست پٹیالہ کے شیخ شیر محمد صاحب کے جواب میں یوں رقمطراز ہیں: "یہاں بحمدہ تعالیٰ فتویٰ پر کوئی فیس نہیں لی جاتی۔ بفضلہٖ تعالیٰ تمام ہندوستان و دیگر ممالک مثل چین و افریقہ و امریکہ و خود عرب شریف و عراق سے استفتاء آتے ہیں اور ایک ایک وقت میں چار چار سو فتوے جمع ہو جاتے ہیں۔ بحمدہٖ تعالیٰ حضرت جد امجد قدس سرہ العزیز کے وقت سے اس ۱۳۳۷ھ تک اس دروازے سے فتوے جاری ہوئے ۹۱/ برس اور خود اس فقیر غفرلہ کے قلم سے فتوے نکلتے ہوئے ۵۱/ برس ہونے آئے، یعنی اس صفر کی ۱۴/ تاریخ کو پچاس برس چھ مہینے گذرے، اس نو کم سو برس میں کتنے ہزار فتوے لکھے گئے۔ بارہ مجلد تو صرف اس فقیر کے فتاوے کے ہیں۔ بحمد للہ یہاں کبھی ایک پیسہ نہ لیا گیا، نہ لیا جائے گا۔ بعونہ تعالیٰ ولہ الحمد۔ معلوم نہیں، کون لوگ ایسے پست فطرت و دنی ہمت ہیں جنہوں نے یہ صیغہ کسب (آمدنی کا طریقہ) کا اختیار کر رکھا ہے جس کے باعث دور دور کے ناواقف مسلمانان کئی بار پوچھ چکے ہیں کہ فیس کیا ہوگی؟ بھائیو! مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ [الشعراء: ۱۶۴] ترجمہ: میں اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا، میرا اجر تو سارے جہاں کے پروردگار پر ہے، اگر وہ چاہے۔ [فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ/ امام احمد رضا خاں/ مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن، لاہور/ ج: ۲۰/ ص: ۵۰۴]

علمی نگارشات میں، دینی خدمات میں امام احمد رضا کا ہر

پل مصروف تھا۔ آپ نے تحریر فرمایا ہے: ’’جو صاحب چاہیں اور جتنے دن چاہیں، فقیر کے یہاں اقامت فرمائیں۔ مہینہ دومہینہ، سال دو سال اور فقیر کا جو منٹ خالی دیکھیں یا جس وقت فقیر کو کوئی ذاتی کام کرتے دیکھیں اسی وقت مواخذہ فرمائیں کہ تواتنی دیر میں دوسرا کام کر سکتا تھا۔‘‘ [کلیاتِ مکاتیب رضا/ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی/ج:۲/ص:۲۸۵،۲۸۶]

خود تو حُبِّ دنیا سے آزاد تھے ہی، اپنی اولاد، اپنے تلامذہ، مریدین، خلفاء، احباب اور احناف علماء کو اسی کی سخت تاکید وتلقین کرتے تھے۔ ایک ضروری ہدایت نامہ کا یہ حصہ دیکھیں: یہاں بحمدہ تعالیٰ نہ کبھی خدمت دینی کو کسبِ معیشت کا ذریعہ بنایا گیا، نہ احناف علماءِ شریعت یا برادرانِ طریقت کو ایسی ہدایت کی گئی، بلکہ تاکید اور سخت تاکید کی جاتی ہے کہ دستِ سوال دراز کرنا تو درکنار، اشاعت وحمایت سنت میں جلب منفعت مالی کا خیال دل میں بھی نہ لائیں کہ ان کی خدمت خالصاً لوجہ اللہ ہو۔ [(الف) ماہنامہ الرضا بریلی/شمارہ ربیع الثانی ۱۳۳۸ھ

(ب) کلیاتِ مکاتیب رضا/ج:۲/ص:۳۳۶،۳۳۷]

یہ تو نثر ہوئی، شاعری میں بھی سن لیجئے:

کانٹا مرے جگر سے غمِ روزگار کا یوں کھینچ لیجئے کہ جگر کو خبر نہ ہو

[حدائقِ بخشش/امام احمد رضا خان/ج:۱/ص:۸۱]

ان جزئیات سے امام احمد رضا کا جو چہرہ سامنے آتا ہے، وہ یہ کہ ان کے نزدیک دنیا غلیظ ہے، فاحشہ ہے۔ دنیا سے محبت کا مطلب غلاظت وفواحشات سے لو لگانا ہے جو دین ودانش کے قطعاً خلاف ہے۔ تم خدا کے آگے جھکو، دنیا تمہارے آگے خود بہ خود جھک جائے گی۔ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا ۝ وَّ یَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ [الطلاق: ۲،۳] ترجمہ: اور جو اللہ سے ڈرے اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان بھی نہ ہو۔

اس لئے امام احمد رضا نے فقیری میں امیری کی، امیری میں فقیری نہیں، درویشی میں رئیسی کی، رئیسی میں درویشی نہیں۔ فقیری و درویشی وہ نہیں، جو شاہوں، نوابوں اور دین بیزار، دنیا پرست مالداروں، ساہوکاروں کی دریوزہ گری کرے۔ بلکہ عزتِ فقیری اور غیرتِ درویشی یہ ہے، جس کی دہلیز پر وہ خود بختِ خفتہ لے کر سر کے بل آئے اور بیدار بخت ہو کر جائے۔ یہ ہے امام احمد رضا کی شانِ بے نیازی۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اپنی آخرت سنوارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

......☆......☆......☆......☆......☆......

......☆ بقیہ......فکرِ بنات ☆......

بلا شبہ اسلام کا کام کرنے والے مرد اور اسلام کا کام کرنے والی عورتیں، ایمان رکھنے والے مرد اور ایمان رکھنے والی عورتیں، تابع داری کرنے والے مرد اور تابع داری کرنے والی عورتیں، سچے مرد اور سچی عورتیں، صابر مرد اور صابرہ عورتیں، ڈرنے والے مرد اور ڈرنے والی عورتیں، صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں، روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں، شرمگاہوں کے محافظ مرد اور شرمگاہوں کی محافظ عورتیں، کثرت سے اللہ کو یاد رکھنے والے مرد اور کثرت سے اللہ کو یاد رکھنے والی عورتیں، ان سب کے لیے اللہ نے تیار کر رکھا ہے بخشش کا سامان اور اجرِ عظیم۔

بناتِ امت! آؤ مل کر عہد کریں!! کہ ہماری زندگی میں حُبِّ مصطفیٰ کی شمع فروزاں رہے گی، راہ حق میں ہماری آرزومندیوں کے نغمے بے سُر نہیں ہونگے، تب وتاب جاودانی ہماری حیاتِ مستعار کا منشور رہے گا، ہم اپنے سچے جذبوں سے عفت وعصمت کے آبگینے ٹوٹنے نہیں دیں گے، طہارت اور پاکیزگی ہماری میراث ہے اسے ہم ہر صورت میں قائم رکھیں گے، ہماری منزل ہمارا اللہ ہوگا، ہمارے رہبر مصطفیٰ ﷺ ہونگے، ہماری سانسیں، ہمارے دلوں کی دھڑکنیں، ہمارا سوز وساز آرزومندی، ہمارا جینا، ہمارا مرنا، ہماری کوشش، ہماری محنت بس اسی لیے ہوگی کہ دین صرف اللہ ہی کے لیے ہو جائے۔

اللھم صلّ علی سیّدنا محمد و علی آل محمد و بارك و سَلِّم صلّ علیه وعلی اصحابه اجمعین۝

......☆......☆......☆......☆......☆......

ضیائے تاج الشریعہ

# حضور تاج الشریعہ
# کچھ یادیں کچھ باتیں

قاری محمد افروز قادری
پروفیسر: دلاص یونیورسٹی،
کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی اور خانوادۂ رضویت سے ہمارا تعلق بڑا گہرا اور اٹوٹ ہے کیوں کہ شعور کی آنکھیں کھولنے کے بعد ہم نے اپنے گھرانے سے زیادہ اس خانوادے کا چرچا سنا، اور اپنے آباؤ اجداد سے بڑھ کر اس گھر کے اکابرین کی عظمتیں ہمارے کانوں میں پڑیں، گویا اس خانوادہ سے رشتہ ولگاؤ کی لہر ہماری نس نس میں دوڑ گئی ہے اور اس گھر کے اکابرین کی ناموس پر جذبۂ فدائیت قلب ونظر کی گہرائیوں تک اُتر گیا ہے اور کیوں نہ ہو کہ یہ ہمارے تحفظ ایمان کی چھاؤنی اور ہمارے عشق وعقیدت کی راجدھانی ہے۔

تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خان معروف بہ ازہری میاں قبلہ چوں کہ اسی خانوادے کے لاڈلے چہیتے اور چشم وچراغ ہیں، اس لیے ان سے انس ولگاؤ فطری بات ہے۔ مجھے حضرت کو قریب سے پڑھنے دیکھنے اور سننے کے مواقع بہت کم میسر آئے جس کا مجھے کافی قلق رہا تھا، پھر اللہ کے کیے سے جب تقرری اساتذہ کے سلسلہ میں ''جامعۃ الرضا'' میں ہوئے انٹرویو کے بعد مجھے وہاں مدرس اول کی حیثیت سے شرف تدریس کے پیغمبرانہ منصب پر سرفرازی نصیب ہوئی، تو پھر وہ حسرت وکسک جاتی رہی۔ اور پھر بہت قریب سے حضرت کو سننے دیکھنے پڑھنے اور لکھنے کا موقع ہاتھ آگیا۔ میری حضرت سے ملاقات کا کل اثاثہ یہی ''جامعۃ الرضا'' بریلی شریف ہے اور بس۔ کہتے ہیں نا کہ نسبت بڑی لجپال ہوتی ہے، واقعتا اگر یہ نسبتِ رضویت بیچ میں حائل نہ ہوتی تو شاید یہ لمحات سعادت میسر نہ آتے۔ نسبت کی سربلندی کے حوالے سے پیر شاہ گولڑوی کے عشق بھاتے مندرجہ ذیل اشعار دیکھیں جن پر داد وتحسین نہ دینا اپنے ذوقِ شعری کو مشکوک ٹھہرانا ہے:

نسبتوں سے نہ اگر ہو تو محاسن بھی گناہ
وہ شفاعت پہ ہوں مائل تو جرائم بھی قبول
داعیِ مشربِ توحید بھی یہ بات سنے
شاید آجائے اسے راس یہ حرفِ معقول
صرف توحید کا شیطان بھی قائل ہے مگر
شرطِ ایماں ہے محمد کی اطاعت، یہ نہ بھول

حضرت ''جامعۃ الرضا'' کو مدارس کی موجودہ سطح سے ہٹ کر کچھ انوکھے انداز میں منصۂ شہود پر لانا چاہتے تھے۔ اس حوالے سے آپ کافی متفکر رہا کرتے تھے بلکہ حضرت اسے جدید نافع اور قدیم صالح کا سنگم بنانا چاہتے تھے اور شاید یہی احساس نقاہت کے باوجود بار بار حضرت کو جامعہ آنے پر مجبور کرتا تھا۔ جامعہ آتے ہی حضرت تعلیمی سرگرمیوں کی بابت تفصیلات معلوم کرنا شروع کر دیتے، جملہ شعبوں کا جائزہ لیتے اور پھر ان میں بہتری لانے کے زرین اصول بیان فرماتے تھے۔ طلبہ مدارس میں اخلاق وکردار کی گراوٹ کا حضرت کو کافی احساس تھا اور اسکی تدارکانہ کوششوں میں کوئی کسر روا رکھنے کو عظیم جرم تصور فرماتے تھے۔ کبھی جھنجھلا کر گویا ہوتے کہ تعلیم پر ہم جتنا زور دیتے ہیں اگر تربیت اطفال اور کردار سازیٔ طلبہ پر اس کی عشر عشیر محنت بھی صرف کرتے تو کب کا جماعت میں انقلاب صالح آچکا ہوتا اور دعوت وتبلیغ کی کمی کا احساس ندامت سے ہمارے سر نہ خم کرواتا۔ اس لیے میری دیرینہ خواہش ہے کہ یہ جامعہ جہاں تعلیم کے میدان میں اپنی نظیر آپ ہو وہیں تربیت کے حوالے سے بھی اسے طاق ہونا چاہیے؛ تاکہ یہاں ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ باطنی نج ودھج کا بھی سنہرا اہتمام وانتظام ہو کہ یہی ثمر علم اور مغز حکمت ہے۔

ایک مرتبہ حضرت دہلی سے اپنی واپسی پر شام کے وقت خلاف معمول اچانک جامعہ کی چہار دیواری میں وارد ہو گئے اور اس وقت ہم

جملہ طلبہ کی معیت میں بیٹھ کر مخصوص انداز و لے میں ''افضل الذکر'' کا ورد، اور ساتھ ہی قصیدۂ بردہ کے منتخب اشعار پڑھ پڑھ کر فکر و نظر کی جلا سامانی کر رہے تھے اور خداوند قدوس سے دلِ بینا طلب کر رہے تھے، کیوں کہ دل کا نور آنکھ کے نور سے مختلف ہوا کرتا ہے، بقول اقبال:

دل بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

یقین مانیں حضرت اتنے لمبے سفر کی تکان کے باوجود باہر کھڑکی سے لگے کھڑے ہمارا ذکر سنتے رہے، پھر اختتام پر اندر تشریف لاکر ارشاد فرمایا: مولانا! مجھے خوشی ہے کہ آپ نے تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت کی بھی خشت اوّل رکھ دی ہے، مجھے امید ہے کہ یہ ورد انشاء اللہ دلوں کے زنگ چھڑا دے گا، جہالت کی تاریکیاں مٹا دے گا اور قلب و باطن کو علم نافع کے ساتھ عمل صالح کے لیے آمادہ و تیار کر دے گا۔ بس آپ اسے تسلسل کے ساتھ کرتے رہیں باقی تاثیر و توفیق اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ حضرت کی خواہش و فرمائش کے مطابق جامعہ میں اپنے قیام کے آخری دن تک میں نے اس عمل خیر کو بلا ناغہ قائم و دائم رکھا۔ اس ورد کے روحانی فوائد کے ساتھ ظاہری فائدے یہ تھے کہ اس کی برکت سے ہر کسی کو نماز مغرب تکبیر اولیٰ کے ساتھ پڑھنے کی سعادت حاصل ہو جاتی تھی ورنہ ہمارے یہاں مدرسوں میں عصر کے بعد چہل قدمی کی کہنہ روایت کتنوں کی نماز مغرب سرے سے ہڑپ کر جاتی ہے یا کم از کم تکبیر اولیٰ تو ضرور چھڑوا دیتی ہے۔ (وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ کہنے کو تو چہل قدمی ہوتی ہے مگر حقیقت میں ہزار قدمی ہوتی ہے، صرف چہل قدمی پر اکتفا کیا جائے تو شاید اس کی نوبت نہ آئے) اس کے تدارک کی یہ ایک کامیاب کوشش تھی اور جنوب ہند کے بیشتر مدارس میں آج بھی یہ عمل خیر پوری تب و تاب کے ساتھ جاری و ساری ہے۔ نہیں معلوم کہ اس اَنمول ذکر کی مدھر مدھر آوازوں سے مرکز کے در و دیوار آج بھی محظوظ ہو رہے ہیں یا نہیں۔ اللہ ہمیں ایسا کچھ کرنے کی توفیق رفیق حال کر دے ساتھ ہی طلبہ کی کردار سازی میں کرار رول ادا کرنے کی ہمت نصیب فرمائے۔

میں نے بریلی میں اپنے قیام کے دوران یہ دیکھا کہ اگر حضرت کو کوئی باذوق اور علم دوست شخص مل جاتا تو حضرت اپنی عالمانہ اور مدلّلانہ گفتگو کی برکت سے نقاہت کے باوجود جوانِ رعنا معلوم ہونے لگتے تھے، اور معرفت و حکمت کے ایسے ایسے رازہائے سربستہ کی گرہ کشائی فرماتے کہ حیرتوں کو پسینہ آجائے بس سنتے رہیے، جی چاہے کہ بس انھیں کے قدموں میں پڑے رہیے۔ میں یہ بات کسی ملامت گو اور ہرزہ سرا کی پروا کیے بغیر علیٰ رؤوس الاشہاد کہہ رہا ہوں کہ حضرت کو بھی اگر اعلیٰ حضرت جیسے رفقائے کار اور شریک ہائے افکار اور حضرات اخیار و ابرار خیر سے میسر آجاتے تو آج پیری و مریدی سے کہیں زیادہ تحریری میدان میں حضرت کا طوطی بول رہا ہوتا مگر برا ہو کچھ عاقبت نا اندیشوں کا جنھوں نے خوف خدا اور شرم نبی کو دونوں کو بالائے طاق رکھ کر حضرت کو محض اور محض پیر بنا کر رکھ دیا۔ یہ نہ صرف میرا پوری جماعت کا درد ہے کاش وہ لوگ بھی اس درد سے آشنا ہو جاتے بلکہ اس بات کا حضرت کو بھی شدت سے احساس تھا جس کا اظہار دو چند نہیں درجنوں بار حضرت نے درد انگیز اور حسرت آمیز انداز میں فرمایا۔ مجھے یاد آتا ہے کہ جس وقت ''اھلاك الوھابیین'' اور ''احکام التصویر'' کی تعریب مکمل ہوئی تو حضرت کا روئے انور ایک طرف جہاں خوشی سے تمتما رہا تھا وہیں دوسری طرف غم و الم کی لکیریں بھی جبین نیاز پر سلوٹیں لے رہی تھیں جس کا صاف مطلب یہی تھا کہ مجھ سے اس طرح کے علمی کام میرے عہد شباب میں کیوں نہیں لیے گئے مجھے پیر محض بنا کر کیوں رکھ دیا گیا۔

خانوادۂ رضویت صدیوں سے عالم اسلام کو سلف صالحین کے سچے افکار و عقائد کی کمک فراہم کر رہا ہے۔ یہ گھرانہ علم و فکر، حکمت و بلاغت، فقہ و افتا اور درس و تدریس کے اعتبار سے ممتاز گھرانہ رہا ہے۔ حضرت مستقل در دولت پر درس بخاری دیا کرتے تھے اور یہ مبارک سلسلہ برسوں سے چلا آرہا ہے۔ میں اس درس سے استفادے کی ہر ممکن کوشش کرنے کے باوجود اس سے محروم رہا جاتا تھا؛ چوں کہ حضرت کا درس سرِ صبح ہوا کرتا تھا اور یہ وقت جامعہ میں خود ہمارے درس کا ہوتا تھا۔ ہاں! جب ششماہی نصاب مکمل ہو گیا اور راحت کے کچھ لمحات ملے تو ہم بلا ناغہ

حضرت کے درس میں شریک ہونے کی غرض سے در دولت پر حاضر ہونے لگے۔ درس کیا ہوتا تھا جیسے علم و حکمت کی نہریں بہہ رہی ہوں، دلائل و شواہد کے دھارے چھلک رہے ہوں اور تحقیقات و تدقیقات کی بھرنیں برس رہی ہوں۔ بخاری شریف کے علاوہ بھی کئی فقہی کتابیں حضرت کے درس میں شامل تھیں۔ ہم جیسے عجمیوں کے مبلغ علم کو دیکھتے ہوئے حضرت کے یہ دروس اُردو میں ہوا کرتے تھے۔ ورنہ بخاری شریف پر حضرت کا بزبان عربی پرزور حاشیہ حضرت کی جودتِ طبع، مکانت علمی اور قوت استحضار کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ہر زبان میں حضرت کی طوطی بولتی ہے۔ اردو و فارسی و عربی اور انگلش میں الفاظ کے دروبست اور جملوں کی سجاوٹ دیدنی اور شنیدنی ہوتی ہے۔ ایک شہادت دیکھیں۔

کسی موقع پر میں نے حضرت سے قصیدۂ بردہ شریف پڑھنے کی اجازت طلب کی تو حضرت نے زبانی عنایت فرمادی۔ میں نے عرض کیا۔ حضور! تحریری درکار ہے۔ فرمایا تب لکھنے میں اس پر دستخط کیے دیتا ہوں۔ میں نے لکھنا شروع کیا، حضرت نے فی البدیہہ ایسا مقفّٰی اور مسجّع اجازت نامہ املا کروایا کہ میں تو عش عش کر اُٹھا۔ ذرا جملوں کے زیر و بم دیکھیں، سیاق و سباق کی تفہیم کے لیے پورا اجازت نامہ ہی نقل کیے دیتا ہوں :

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ، الحمد للّٰہ الملک المنعام ، و الصلوٰۃ و السلام علی سیدنا محمد النعمۃ المھداۃ رحمۃ للأنام ، و علیٰ آلہ الکرام ، و صحبہ العظام ، و من تبعھم باحسان الی قیام الساعۃ و ساعۃ القیام ، و بعد !

فقد استجزت لقراء ۃ 'بردۃ المدیح' فھا أنا ذا اجیز المستجیز – محمّد افروز قادری جریاکوٹی – بھا و بکل ما اجزت من مشائخی الکرام –رحمھم اللہ تعالیٰ–

و أسئل اللّٰہ –سبحانہ وتعالیٰ– أن یسدد خطای و خطاہ و یوفقنا بما یحبہ و یرضاہ و اوصیہ بملازمۃ السنۃ و مصاحبۃ أھلھا و مجانبۃ البدعۃ و مفارقۃ أھل الھویٰ و الاستقامۃ علی نھج الھدیٰ .

علاوہ ازیں حضرت کی تعریبات بھی زبان و بیان کے قیمتی گہنوں سے سجی دھجی ہیں۔ ان کے مطالعہ سے بھی عربی آشنا ذوقِ سلیم سیراب ہوسکتے ہیں۔

درس میں سعادتِ شرکت حاصل کرنے کے بعد پھر حضرت نے مجھے مستقل طور پر طلب فرمانا شروع کردیا۔ میں ہر روز جامعہ سے در دولت پر حاضر ہوجاتا۔ عموماً حضرت اِملا کرواتے تھے، ہم نے "اھلاک الوھابیین" کی تعریب شروع کی اور ابھی چند روز بھی نہ بیتنے پائے تھے کہ پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی، فالحمد للّٰہ۔ ادھر ہماری تعطیل بھی مکمل ہوگئی اور ہم پھر جامعہ کے اُمور تعلیم وغیرہ میں اُلجھ کر حضرت کی صحبت سے محروم ہوگئے اس بیچ حضرت طلبہ دارالافتا کی معاونت میں شاید "المعتمد المستند" کے ترجمے میں لگے رہے نیز "اخلاصِ نیت" وغیرہ کچھ اپنی کتابیں تعریب فرمائیں پھر جب ہمارا کاروانِ تعلیم اختتامِ سال کے قریب پہنچ گیا تو ایک بار پھر ہمیں حضرت کے قرب کی دولت نصیب ہوگئی اور ہم شاید "احکام التصویر" یا "فقہ شہنشاہ" کی تعریب میں جت گئے، یہ کام بھی الحمد للّٰہ چند ہی دنوں میں تکمیل آشنا ہوگیا۔ بلاشبہہ خدائے بخشندہ نے حضرت کو خزانۂ علم و عزت سے حصہ وافر عطا کیا ہے اور ان کے وقت میں بے پایاں برکتیں بھی رکھی ہیں۔ کہتے ہیں کہ جہاں صالحین کا صرف ذکر چھڑ جائے وہاں رحمتوں کی پروائیاں چلنے لگتی ہیں تو پھر جہاں بندۂ صالح تشریف فرما ہو کر حکمت و آگہی کی خیرات بانٹنے جارہا ہو بھلا وہاں رحمت و برکت کی کیفیت کو کون بیان کرسکتا ہے۔ کچھ وہی کیفیت اور خمار مجھ پر بھی طاری ہے کہ میں نے حضرت کے قرب میں کیا کچھ پایا نہ قلم کو یارائے تحریر ہے اور نہ زباں کو تابِ بیاں۔

اس دوران میں خود بھی حضرت کی معرکۃ الآرا تصنیف "مرأۃ النجدیۃ" کو اُردو میں منتقل کررہا تھا کوئی نصف تک پہنچا ہوں گا کہ پھر آج تک اس کی تکمیل کی توفیق نہ ہوئی۔ خیر! پھر ایک دن آیا کہ حضرت نے مجھے بطورِ خاص بلوایا اور جبہ و دستار کے ساتھ سندِ خلافت عطا فرما کر مجھے مفتخر کیا۔ اس وقت حیرت و مسرت کی جو کیفیت مجھ پر طاری تھی اس کی تعبیر بھی حرف و صوت سے ممکن نہیں۔ حیرت اس لیے کہ اسی سودا گران میں کتنے لوگ لبادۂ علمی ...... بقیہ صفحہ ۱۳/ پر ملاحظہ فرمائیں۔

پیش قدمیاں

ادارہ

شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کا ساتواں

# فقہی سیمینار

مرکز اہل سنت بریلی شریف میں شرعی کونسل آف انڈیا کا ساتواں فقہی سیمینار" مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا "کے "علامہ حسن رضا کانفرنس" ہال میں ۱۸/۱۹/۲۰/ رجب المرجب ۱۴۳۱ھ ۲/۳/۴/ جولائی ۲۰۱۰ء بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار اعلیٰ پیمانہ پر منعقد ہوا جس میں بڑے بڑے مشائخ، علماء، فقہاء نے شرکت فرمائی اور سیمینار کو کامیابی وکامرانی سے ہمکنار کیا۔

یہ سیمینار پانچ نشستوں پر مشتمل تھا جس کی سرپرستی مندرجہ ذیل حضرات کے سپرد تھیں۔گل گلزار برکاتیت حضرت ڈاکٹر سید شاہ محمد امین برکاتی مارہروی، نجیب ملت حضرت سید شاہ محمد نجیب حیدر برکاتی مارہروی رئیس الاتقیاء حضرت مولانا سید شاہ محمد اویس مصطفیٰ قادری واسطی بلگرامی، امین شریعت حضرت علامہ محمد سبطین رضا رضوی بریلوی مدظلہم العالیہ جبکہ ہر نشست کے صدرو ناظم الگ الگ رہے۔مجلس اول کی صدارت جامع معقولات حضرت علامہ شبیر حسن رضوی مدظلہ العالی اور نظامت حضرت مولانا فیضان المصطفیٰ صاحب نے، مجلس دوم کی صدارت محدث کبیر مدظلہ اور نظامت حضرت مفتی محمد اختر حسین جمداشاہی نے، مجلس سوم کی صدارت حضور تاج الشریعہ مدظلہ اور نظامت حضرت مفتی آل مصطفیٰ صاحب نے، مجلس چہارم کی صدارت استاذ الفقہاء حضرت قاضی عبد الرحیم بستوی مدظلہ اور نظامت حضرت مفتی محمد معراج القادری صاحب نے مجلس پنجم کی صدارت حضرت علامہ سید شاہد علی رامپوری اور نظامت حضرت مفتی محمود اختر رضوی امجدی نے انجام دی۔

مجلس اول کا انعقاد کلام پاک اور نعت پاک سے ہوا بعدہٗ ناظم مجلس نے شرعی کونسل آف انڈیا کے ناظم اعلیٰ شہزادہ تاج الشریعہ حضرت علامہ ابوحسام محمد عسجد رضا قادری مدظلہ کو خطبۂ استقبالیہ کے لئے مدعو کیا، حضرت ناظم اعلیٰ شرعی کونسل نے شاندار خطبۂ استقبالیہ پیش کیا جس میں نوپید مسائل کی اہمیت اور اسکا شرعی حل نیز علماء کی اہمیت اور ان کی خدمت کو خوب سراہا نیز مندوبین کرام کی آمد پر خیر مقدم کہا اور ان کی آمد کا شکریہ بھی ادا کیا۔

اس کے بعد ناظم مجلس نے تاجدار اہل سنت، فخر عرب وعجم، سلطان الفقہاء، تاج الشریعہ سیدی واستاذی حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری دام ظلہ کو خطبۂ صدارت کیلئے دعوت پیش کی، حضرت کی طرف سے حضور کا تحریر کرایا ہوا خطبہ نقیب تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد شعیب رضا صاحب نے مندوبین کے سامنے پڑھا حضرت نے خطبہ میں علماء کو ان کی ذمہ داری کا احساس دلایا اور ان کی خدمات کو سراہا اور علم علماء کے سینوں میں امانت ہے اس امانت کی حفاظت پر زور دلایا اور خیانت کرنے کی وعید سے آگاہ فرمایا نیز دیگر قیمتی نصیحتوں سے بھی نوازا۔

پھر ناظم مجلس نے سلطان الاساتذہ ومحدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری امجدی رضوی مدظلہ کو "خطبۂ تنقیح" کے لئے مدعو کیا حضرت محدث کبیر مدظلہ نے تینوں عنوانات کا خلاصہ مندوبین کے مقالات کی روشنی میں فرمایا اور بحث کی جہت کو متعین فرمایا۔

یہ سیمینار مندرجہ ذیل عنوانات پر مشتمل تھا:

(۱) حق طباعت، حق ایجاد، حق تصنیف کا حکم (۲) بے اذن ولی غیر کفو میں نکاح کا حکم (۳) عوامی جگہوں پر آویزاں تصویروں کا حکم نماز کے حوالہ سے

مجلس اول میں خطبہ استقبالیہ، خطبہ صدارت، خطبہ تنقیح کے بعد موضوع اول پر گفتگو شروع ہوگئی اور یہ مجلس صدر مجلس کی دعا پر تقریباً ساڑھے گیارہ بجے اختتام پذیر ہوئی۔

تینوں موضوعات پر مندوبین کرام کے درمیان کھلے ماحول میں بحثیں ہوئیں اس کے بعد تینوں عناوین کا فیصلہ باتفاق رائے نوٹ کرلیا گیا۔ نیز مجلس پنجم میں دوسرے فقہی سیمینار کے ایک موضوع کا ایک گوشہ تشنہ رہ گیا تھا اس پر بھی بحثیں ہوئیں اس کے بعد باتفاق رائے وہ گوشہ بھی حل ہوگیا اور اس کا فیصلہ بھی نوٹ کرلیا گیا جس پر اراکین فیصل بورڈ کے ساتھ تمام مندوبین کرام کے دستخط ثبت ہیں۔ ادارہ جملہ مندوبین کرام کو شرعی کونسل کے مسائل کو حل کرنے کی کامیابی پر تہ دل سے مبارکباد پیش کرتا ہے نیز ان کا شکریہ ادا کرتا ہے۔

## مجلس دوم کا فیصلہ

بسم اللہ والحمد للہ والصلوٰۃ علیٰ رسول اللہ اما بعد!

## حق طباعت و حق ایجادات کے احکام

(۱) تمام مفتیان مندوبین اس بات پر متفق ہیں کہ مال کا مادی ہونا ضروری ہے خواہ وہ عین ہو یا دین جیسا کہ تصریحات فقہائے کرام سے واضح ہے اور جن مشائخ بلخ نے حق شرب کی اصالۃً بیع کو جائز قرار دیا ہے اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ان کے نزدیک حقوق مال ہیں بلکہ اس کی وجہ تعامل ہے "فتح القدیر" میں ہے "وجوزہ مشائخ بلخ کابی بکر الاسکافی ومحمد بن سلمۃ لان اھل بلخ تعاملوا ذالک لحاجتھم الیہ، والقیاس یترک بالتعامل" [فتح القدیر، جلد: ۶/صفحہ: ۳۹۳/مطبع برکات رضا پور بندر گجرات] واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اس بات پر اتفاق ہوا کہ حق کی دو قسمیں ہیں اول حق مؤکد جس کی تعبیر حق ثابت وحق متقرر سے ہوتی ہے دوم حق مجرد۔

حق مجرد جو محل میں متقرر نہ ہو اور صاحب حق کو صرف ولایت تملک (نہ کہ ولایت تملیک) حاصل ہو اور اس کا ثبوت اصالۃً نہ ہو بلکہ صرف رفع ضرر کے لئے ہو۔

حق مؤکد وہ حق ہے جو محل میں متقرر ہو صاحب حق کو ولایت تملیک بھی حاصل ہو اور اس کا ثبوت اصالۃً ہو (نہ کہ محض دفع ضرر کے لئے) یہ تعریف ہدایہ و ردالمحتار وغیرہ کی عبارتوں سے ماخوذ ہے جو کتاب الشفعہ میں مذکور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) حقوق اشاعتِ تصانیف اور تجارتی گڈول نیز اشیاء کی نئی ایجادات اور دواؤں کے فارمولے وغیرہ کے حقوق سے متعلق بحثیں سامنے آئیں کہ یہ حقوق مجرد ہیں یا حقوق مؤکد ہیں۔

اس مسئلہ میں چند رائیں سامنے آئیں اول یہ کہ یہ حقوق مؤکدہ ہیں کہ تصنیف جو مال ہے اس سے متعلق ہیں یہ رائے مفتی انور نظامی اور مولانا فیضان المصطفیٰ کی تھی۔

دوسری رائے یہ تھی کہ یہ حقوق مجردہ ہیں کہ اگر کتاب وغیرہ کی طباعت صنعت کرکے کوئی دوسرا شخص تجارت کرے تو اس میں مصنف کے لئے ضرر ہے اور یہ حق حق شرب کی طرح ہے جو کسی مال یا شخص سے متعلق نہیں۔ اکثر مندوبین کی رائے یہی ہے۔

تیسری رائے حضرت محدث کبیر صاحب نے پیش کی کہ نہ یہ حق مؤکد ہے اور نہ مجرد بلکہ اسے بول چال میں حق کہا جاتا ہے۔ جیسے مباحات پر قبضہ کا حق، مسجد میں نماز پڑھنے کا حق نہ مؤکد ہے اور نہ مجرد

چوتھی رائے یہ سامنے آئی کہ یہ حق مجرد تو ہے مگر حق شفعہ وغیرہ سے بھی ضعیف تر، یہ رائے حضرت تاج الشریعہ نے پیش فرمائی۔

بحث کے بعد طے ہوا کہ وہ حق مجرد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) طے ہوا کہ تصنیف کا حق اشاعت، اپنی ایجاد کا فارمولہ کتاب یا کسی مال کے ساتھ تبعاً فروخت کرنا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) مصنفین وموجدین کا اپنی تصنیف وایجاد کی رائلٹی کتاب کی اشاعت کرنے والے سے اور ایجاد کی صنعت وتجارت کرنیوالوں سے مقرر کرانا اور وصول کرنا جائز ہے یا حرام؟

اس سلسلہ میں متفقہ فیصلہ ہوا کہ مصنف یا موجد ایجاد نے جب ان کے مذکورہ بالا متعلقین کو تجارت کا راس المال نہ دیا یا خود تجارت میں عملی طور پر شرکت نہ کی ہو تو وہ نہ مضاربت ہے اور نہ شرکت صحیحہ کی کسی قسم میں داخل ہے اس لئے رائلٹی کا لین دین شرعاً حرام وناجائز ہے، لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت تاج الشریعہ نے فرمایا:

"رائلٹی میں اگر مصنف نے یہ کہہ دیا کہ میں کچھ نہیں لونگا اور طابع نے

کہہ دیا کہ میں کچھ نہیں دونگا پھر بعد میں اپنی رضا وخوشی سے کچھ دے تو لینے میں حرج نہیں''۔ واللہ تعالیٰ اعلم

## مجلس سوم کا فیصلہ

## بے اذن ولی غیر کفو سے نکاح کا حکم

(۱) باتفاق رائے طے ہوا کہ حرفت وصنعت کی بنا پر نکاح میں کفائت وعدم کفائت کا اعتبار عرف پر مبنی ہے اس لئے جن شہروں میں جس جس حرفت وصنعت کی دناءت کا عرف نہیں رہا وہاں نکاح صحیح ہے اور جن علاقوں میں دنائت کا عرف باقی ہے وہاں متاخرین مشائخ فتویٰ کے متفقہ فتویٰ پر عمل کیا جائے کہ نکاح اصلاً نہیں نہ ہوا۔

''ردالمحتار'' میں ہے: وفی الفتح ان الموجب هوا ستنقاص اهل العرف فیدور معه۔

''فتح القدیر'' میں ہے: ان الموجب هو استنقاص اهل العرف فیدور معه وعلی هذا ینبغی ان یکون الحائك كفوا للعطار بالاسکندریة لما هناك من حسن اعتبارها و عدم عدها نقصاً البتة'' [فتح القدیر / جلد:۳ / صفحہ:۲۹۱ / کتاب النکاح] واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) روایت مفتیٰ بہا پر اگر غیر کفو سے عورت نے نکاح کیا پھر بچہ بھی پیدا ہوگیا تو اگر چہ یہ نکاح باطل ہے یعنی من وجہ باطل کہ اس نکاح کے فسخ کی حاجت نہیں اور من وجہ فاسد کہ بعد وطی مہر مثل جو زائد از مسمی نہ ہو اور عدت واجب ہے اس لئے بچہ ثابت النسب ہوگا۔ ''فتاویٰ رضویہ'' میں ہے کہ روایت مفتیٰ بہا پر ولی والی عورت کے لئے کفائت شرط صحت نکاح ہے یا ولی اقرب پیش از عقد عدم کفائت پر دانستہ اپنی رضا ظاہر کردے۔ [صفحہ:۳۵۱ / جلد:۵]

اور ''درمختار'' میں ہے (یجب مهر المثل فی نکاح فاسد) وهو الذی فقد شرطا من شرائط الصحة کشهود (بالوطی) فی القبل لا بغیره'' [درمختار برحاشیہ ردالمحتار / جلد:۲ / صفحہ:۳۸۰ / باب المہر مطلب فی النکاح الفاسد]

## مجلس چہارم کا فیصلہ

## عوامی جگہوں پر تصویروں کا حکم

## نماز سے متعلق

(۲) ایئر پورٹ، ریلوے اسٹیشن اور دیگر عوامی جگہوں پر جہاں ذی روح کی تصویریں آویزاں ہوتی ہیں وہ موجب کراہت نماز ہیں کہ وہ تصویریں اگر چہ عبادت کے لئے نہ ہوں، زینت واشتہار یا دیگر مقاصد کیلئے آویزاں ہوں، جائے تحقیر کے سوا ہر صورت میں یک گونہ نوع تعظیم ہے۔ اس مسئلہ میں تصویر آویزاں کرنے والے کی نیت کا اعتبار نہیں بلکہ ہیئت مصلی کا اعتبار ہے، تصویر موضع سجدہ میں ہو تو اشد کراہت، آگے سمت قبلہ یا اوپر ہو تو اس سے کم، اور دائیں بائیں ہوں تو اس سے خفیف، لیکن ان صورتوں میں کراہت تحریمی ہی ہے اور پیٹھ کے پیچھے ہو تو کراہت تنزیہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) مذکورہ عوامی جگہوں پر جہاں تصویریں آویزاں ہوتی ہیں مگر وہیں کچھ فاصلہ پر ہٹ کر ایسی جگہ ضرور مل جاتی ہے جہاں گرد و پیش تصویر نہیں ہوتی، لہٰذا ایسی جگہ نماز ادا کی جائے جیسا کہ ہماری جماعت کے اکابر علمائے کرام کا اس پر عمل ہے۔ اس میں ابتلائے عام نہیں اس لئے دفع حرج یا عموم بلویٰ کا سہارا لے کر نماز کو ناقابل کراہت قرار دینا بالکل بے محل ہے۔ ہاں ٹرین یا پلین چھوٹا مظنون ہو تو جہاں موقع ملے وہاں نماز پڑھ لے اگر سامنے اوپر دائیں بائیں تصویریں ہوں تو بعد میں اعادۂ بے کراہت کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) موبائل پر نظر آنے والی صورتیں تصاویر ہی ہیں اگر بحالت قیام موضع سجود کے فاصلہ پر ان کا چہرہ اور اعضاء نمایاں نہ ہوتے ہوں تو موجب کراہت نہیں ورنہ مستلزم کراہت ضرور ہے۔ لیپ ٹاپ، ٹی وی، پردۂ سیمیں پر نظر آنے والی صورتیں بھی تصویر ہی ہیں اور ان پر تصاویر ہی کے احکام ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) الیکٹرانک ذرائع ابلاغ جن میں تصویریں نظر آتی ہیں ان کا استعمال بے تصویر صرف آوازوں کے ذریعے بھی ہو سکتا ہے لہٰذا دنیا کے گوشے گوشے تک ہم اپنی آوازیں پہنچا کر کسی بھی سوال وجواب کا افادہ واستفادہ اور احقاق حق وابطال باطل کر سکتے ہیں اسی طرح بے تصویر انٹرنیٹ کا بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ بقیہ صفحہ ۹ پر ملاحظہ فرمائیں

ہمارے اسلاف

علامہ محمد ظفر الدین برکاتی

# قاضی ملت استاذ الفقہاء حضرت علامہ مفتی
## رحمۃ اللہ علیہ
# قاضی عبد الرحیم بستوی

قاضی ملت، استاذ الفقہاء حضرت علامہ مفتی عبد الرحیم بستوی علیہ الرحمہ سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے معتمد خاص، حضور تاج الشریعہ دام ظلہ علینا کے دیرینہ رفیق، مرکزی دار الافتاء، بریلی شریف کے ذمہ دار مفتی تھے۔ آپ ۱۹۶۱ء سے مرکزی دار الافتاء کی منسلک تھے اور تادم حیات اس سے وابستہ رہے۔ سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ خصوصی صحبت وشفقت سے سرفراز ہوئے اور فتویٰ نویسی کی تربیت حاصل کی۔ حضرت قاضی ملت علیہ الرحمہ ہفتہ ۴؍رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ بمطابق ۱۵؍اگست ۲۰۱۰ء کو بریلی شریف میں وصال فرما گئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت کے درجات بلند فرمائے اور ان کے لواحقین صبر وسکون عطا فرمائے اور اہل سنت وجماعت کو ان کا بہترین نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین..............................ادارہ

**ولادت وخاندانی پس منظر:** قاضی عبد الرحیم بستوی بن قاضی محمد ذکی الرحمٰن یکم جولائی ۱۹۳۵ء کو ڈومریا گنج ضلع بستی موجودہ سدھارتھ نگر یوپی کے مذہبی گھرانہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی تعلیمی اسناد میں تاریخ ولادت یکم جولائی ۱۹۳۴ء درج ہے۔ آپ کے خاندانی شجرہ سے واضح ہے کہ آپ کا تعلق خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہے۔ آپ کے مورث اعلیٰ مدینہ منورہ کے باشندے تھے پھر بغداد شریف ہجرت کر گئے اس کے بعد لاہور آئے پھر دہلی ہوتے ہوئے یوپی کے ضلع بارہ بنکی، اودھ کے معروف خطہ میں سکونت حاصل کی۔ صدیقی نسبت کے سبب آپ کے خاندان کے کسی عالم دین کو کبھی قاضی القضاۃ کا عہدہ ملا تھا، اس نسبت سے خاندان کے سبھی افراد کے نام کے آگے قاضی کا لاحقہ موجود ہے۔ ۱۹۵۰ تک بارہ گاؤں کی زمین داری آپ کے خاندان کے قبضے میں رہی، اب محدود کاشت کاری آپ کے خاندان کا موروثی حصہ ہے۔ بارہ بنکی میں آپ کے چچازاد بھائی مولانا حکیم قاضی محمد تقی علی شاہ فضل رحمانی ایک عالم دین اور صاحب کرامت بزرگ رہے ہیں۔ ۱۹۴۸ء میں آپ کا وصال ہو گیا۔

آپ سلسلۂ نقشبندیہ کے بزرگ تھے آپ کا عرس بڑے اہتمام سے منعقد ہوتا ہے۔ آپ کے پردادا قاضی محمد بخش مرحوم عربی، فارسی زبان سے واقف تھے اور قرآن حکیم کی کتابت کرتے تھے۔

آپ کے دادا قاضی شاہ احمد اللہ صاحب اردو، فارسی اور عربی سے خوب واقف تھے، بارہویں تک تعلیم تھی اور انجینئر تھے، ملازمت سے سبکدوشی کے بعد یونانی دوا خانہ قائم کیا جس سے آخری عمر تک وابستہ رہے۔ آپ کی دینی بصیرت اور مطالعۂ کتب کا یہ شوق تھا تقویۃ الایمان مطبوعہ ۱۲۷۸ھ کا نسخہ مطالعہ کرنے کے بعد اس کی پیشانی پر یہ نوٹ رقم کر دیا "اس کتاب کا کوئی شخص بھولے سے مطالعہ نہ کرے ورنہ اس کے ایمان میں خلل پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔"

قاضی صاحب کے والد محترم قاضی محمد ذکی الرحمان مرحوم خود ۱۸؍ پارے کے حافظ تھے۔ علم دوست اور علماء نواز شخصیت تھے۔ ۲؍ربیع الاول ۱۴۰۲ھ کو وصال فرمایا۔

**تعلیم وتربیت:** آپ کے دیندار اور علم دوست والدین نے آپ کی بنیادی تربیت پر خصوصی توجہ دی۔ ۱۹۵۰ء میں آپ نے اردو مڈل پاس کیا پھر ۷؍اگست ۱۹۵۰ء کو ضلع گونڈہ کی معروف درس گاہ دار العلوم فضل رحمانیہ، "پچپڑوا" میں درس نظامی میں داخلہ لیا۔ پانچ سال کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد ۱۹۵۶ء میں ضلع میرٹھ کی مشہور دانش گاہ اسلامی عربی، اندر کوٹ میں داخلہ لیا جس میں امام النحو صدر العلماء حضرت علامہ غلام جیلانی میرٹھی تعلیم وتدریس اور فکری تربیت کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ آپ کی نگرانی اور زیر تربیت رہ کر قاضی ملت نے ۱۹۶۱ء میں درس

نظامی کی پوری تعلیم مکمل کی اور عربی فارسی الٰہ آباد بورڈ کی تعلیمی اسناد، مولوی، منشی، عالم، کامل اور فاضل بھی یہیں رہ کر حاصل کیں۔ درس نظامی کی فضیلت اور بورڈ کا فاضل کا امتحان آپ نے ایک ہی سال ۱۹۶۱ء میں مکمل کیا۔

آپ کے اساتذۂ کرام میں مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا قادری نوری اور صدر العلماء علامہ غلام جیلانی میرٹھی علیہما الرحمۃ والرضوان قابل ذکر ہیں جبکہ علامہ محمد ریحان رضا خان رحمانی میاں، نائب مفتی اعظم ہند مفتی شریف الحق امجدی، علامہ قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی، علامہ سید محمد جلیل ہاپڑوی، علامہ سید محمد افضل حسین مونگیری، علامہ محمد اختر رضوی میرٹھی سے آپ نے درس نظامی کی اکثر کتب پڑھیں۔

**درس و تدریس و فتویٰ نویسی:** فراغت کے بعد ہی ۱۳۸۱ھ بمطابق ۱۹۶۱ء میں بحیثیت مدرس دار العلوم مظہر اسلام بریلی شریف میں آپ کی تقرری ہوئی شروع میں درس و تدریس سے متعلق رہے مگر آپ کی کتابی صلاحیت، بنیادی مہارت اور فقہی بصیرت کو دیکھتے ہوئے رضوی دار الافتاء میں فتویٰ نویسی کی ذمہ داری بھی آپ کو مل گئی۔ چوں کہ آپ خوش خط کے بیٹے، خوش خط کے پوتے اور خود بھی خوش خط تھے اس لئے حضور مفتی اعظم ہند نے آپ پر خصوصی توجہ فرمائی۔ قاضی صاحب کو مفتی اعظم ہند سے فتویٰ نویسی سیکھنے اور فتاویٰ کی اصلاح لینے کا بھرپور موقع ملا، چنانچہ آپ کی خود اعتمادی کے پیش نظر مفتی شریف الحق امجدی کے بعد حضور مفتی اعظم ہند نے رضوی مرکزی دار الافتاء کی پوری ذمہ داری قاضی ملت کے سپرد کردی۔ تب سے آخری سانس تک آپ نے تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری صاحب قبلہ کے زیر نگرانی بریلی شریف کے مرکزی دار الافتاء کے مرکزی مفتی کی حیثیت سے فتویٰ نویسی، اصلاح فتاویٰ، تصحیح نقول اور مفتیان کرام کی تربیت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ یوں دیکھئے تو ۴۵ رسال سے زیادہ آپ نے ایک ذمہ دار مفتی کی حیثیت سے علمی زندگی کی تاریخ لکھی اور تقریباً اسی وقت سے نو محلہ مسجد بریلی شریف کی امامت و خطابت کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔

چنانچہ مفتی اعظم ہند کے اصلاح شدہ، تصحیح شدہ اور دیگر فتاویٰ تقریباً ۱۵۰ ضخیم رجسٹر میں درج ہیں جن کی تعداد لاکھ سے زائد ہے اور ماہ نامہ سنی دنیا بریلی شریف میں شائع بھی ہوتے ہیں۔ صدر العلماء علامہ غلام جیلانی میرٹھی کے حکم اور علامہ محمد ریحان رضا خان رحمانی میاں کی خواہش کے مطابق ۱۹۷۱ء میں بحیثیت صدر مفتی دار العلوم منظر اسلام میں آپ کی تقرری ہوئی۔ آپ کے دور میں عہدۂ صدارت پر تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری، علامہ تحسین رضا خان قادری اور مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی فائز رہے جبکہ علامہ مفتی محمد احمد جہانگیر صاحب شیخ الحدیث تھے اور آپ کے ماتحت مفتیان کرام میں مفتی محمد ناظم علی بارہ بنکوی، اور مفتی ریاض احمد سیوانی قابل ذکر ہیں۔ مذہبی منصبی ذمہ داریوں میں تقریر، تدریس اور تحریر کے بعد سب سے مشکل کام افتاء یا فتویٰ نویسی ہے جس میں بیدار مغزی، معاملہ فہمی، تبحر علمی، سوالات فہمی کے ساتھ محتاط، مستدل اور مدلل جواب لکھنے کی مستحکم ارادی و اجتہادی قوت کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ جب ہی ممکن ہے جب کسی جہاں دیدہ، بردبار، تجربہ کار، مشاق اور ماہر عالم دین مفتی کی تربیت حاصل رہی ہو تاکہ علمی لیاقت اور فنی صلاحیت کے ساتھ متعلقہ قوت فیصلہ اور جواب دہ فتویٰ دینے کا عالمانہ عزم و وقار پیدا ہوجائے، چونکہ قاضی ملت براہ راست مفتی اعظم ہند کے تربیت یافتہ ہیں۔ ایک ماہر جزئیات اور میدان افتاء کے ماہر و ممتاز عالم دین اور ڈیڑھ سوسالہ فقہ و فتویٰ نویسی کے مرکز، مرکزی دار الافتاء کے ترجمان مفتی کے زیر تربیت رہنے کی وجہ سے آپ بھی ماہر جزئیات تھے۔ اس لئے بڑے بڑے مفتیان کرام اور علماء اہل سنت فقہی جزئیات سے متعلق سوالوں کے جواب آپ سے حاصل کرتے تھے۔ خاص طور سے مختلف فیہ فقہی و اصولی مسائل میں آپ نہایت عمدہ فقیہانہ طرز تطبیق کے مطابق فیصلہ فرماتے جو دینی فقاہت کی اہم شناخت اور دلیل ہے، یہ بھی آپ کے اندر موجود تھی۔

**اہم خدمات:** ''ردالمحتار'' فقہ حنفی کی ایک معروف اور مستند کتاب ہے جس پر امام احمد رضا قادری محدث بریلوی نے حاشیہ تحریر فرمایا، جس کا نام ہے ''جد الممتار'' اس حاشیہ کو قاضی ملت نے اپنے قیمتی اوقات دے کر

نقل فرمایا اور ضائع ہونے سے محفوظ کرلیا ہے، یہ کتاب پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔ آپ نے عالمگیری (کتاب الطلاق) مجموعہ فوائد، کتب فقہ و حدیث، حاشیہ فتح الباری، حاشیہ صحیح البخاری، حاشیہ عمدۃ القاری، حاشیہ ملاجلال، حاشیہ مواہب الدنیا کے علاوہ کئی دیگر کتابوں کے حواشی ومختصر رسائل کو بھی نقل کر کے خرد برد ہونے سے محفوظ کرلیا ہے۔ "مسامرۃ مسایرۃ" بھی انہی میں شامل ہے۔ یقیناً قاضی صاحب کا یہ ہم سبھی اہل سنت پر عظیم علمی وفکری احسان ہے لیکن ہماری احسان شناسی کا تقاضہ یہ ہے کہ ان کی خدمات منظر عام پر لائیں ساتھ ہی مجدد اعظم اسلام کے عظیم علمی و تحقیقی کارنامے کو دنیا کے سامنے پیش کریں۔

آپ نے ذاتی دلچسپی کی بنیاد پر دینی کتابوں کی اشاعت و تشہیر وترویج کیلئے ۱۹۷۲ء میں اسلامیہ مارکیٹ، بریلی شریف میں "قادری بک ڈپو" بھی قائم کیا۔ جس کے زیر اہتمام اعلیٰ حضرت کے ۷۰/ سے زائد رسائل شائع کر کے عوام وخواص کو رضوی خدمات سے روشناس کرایا۔ آج بھی یہ عظیم الشان اشاعتی ادارہ آپ کے صاحبزادے مولانا محمد رضاء الرحمان سنبھال رہے ہیں۔

**زیارت حرمین شریفین:** ۱۹۸۶ء میں آپ نے حج کی نیت سے زیارت حرمین شریفین کا مبارک ومسعود سفر فرمایا، علامہ تحسین رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان بھی ہمراہ تھے۔ اسی سال سعودی عرب کی وہابی حکومت نے حضور تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خان ازہری میاں صاحب قبلہ کو حج کرنے سے روک دیا پھر جیل بھیج دیا۔ جس وقت حضرت ازہری میاں کی گرفتاری ہوئی اس وقت علامہ تحسین میاں اور قاضی ملت مدینہ منورہ میں تھے، آپ نے صرف ایک مرتبہ حج فرمایا۔

**بیعت وخلافت:** ۱۶/ ربیع الاول ۱۳۸۶ھ کو قاضی ملت نے حضور مفتی اعظم ہند کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ ۲۲/ رجب المرجب ۱۳۸۶ھ کو مفتی اعظم ہند نے آپ کو خلافت واجازت عطا فرمائی اور جملہ کتب احادیث، کتب فقہ حنفی، افتاء، جملہ مشاغل رضویت وقادریت اور سبھی اوراد و وظائف کی اجازت مرحمت فرمائی۔ آپ کو حضور مفتی اعظم سے پہلے اپنے خاندانی سلسلۂ طریقت نقشبندیہ فضل رحمانیہ میں بھی سبھی اجازات حاصل تھی۔

آپ کے خلفاء میں چند کے نام حسب ذیل ہیں۔ مفتی محمد ناظم علی بارہ بنکوی، مفتی محمد مظفر حسین قادری کٹیہاری، مفتی عبد الرحیم نشتر فاروقی، مفتی محمد احسن رضوی مظفر پوری مفتی محمد یونس رضا اویسی، مفتی محمد الطاف حسین رضوی چشتی وغیرہ

**عقد مسنون واولاد:** ۳/ ذی الحج ۱۳۸۶ھ آپ کا عقد مسنون ہوا۔ آپ کے ۵/ صاحبزادے محمد ریاض الرحمان، محمد رضاء الرحمان، غلام مرتضیٰ، غلام مجتبیٰ، محمد محبوب الرحمان اور ۲/ صاحبزادیاں ہیں۔

**وصال پر ملال:** وصال سے قبل قاضی صاحب ۲۶/ شعبان المعظم کو آخری مرتبہ مرکزی دار الافتاء تشریف لائے۔ ۲۷/ شعبان کو آپ کی طبیعت علیل ہوگئی، یکم رمضان المبارک کو دیپ مالا ہاسپٹل بریلی میں داخل کرادیا گیا۔ ہفتہ ۴/ رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ بمطابق ۱۵/ اگست ۲۰۱۰ء کو ہاسپٹل میں قیام سے انکار کرتے ہوئے اپنی مسجد تشریف لے آئے، جہاں خود کی آرام گاہ میں ہمیشہ کے لئے آرام کی زندگی نصیب ہوگئی۔ آپ کا جسد مبارک بذریعہ ایمبولینس آپ کے آبائی وطن ضلع سدھارتھ نگر لے جایا گیا، وہاں آپ کی نماز جنازہ جانشین تاج الشریعہ علامہ عسجد رضا خان قادری مدظلہ نے پڑھائی۔

......☆——☆......☆......☆......

......☆ فرمان اعلیٰ حضرت ﷺ ☆......

اے لوگو! تم اپنے پیارے مصطفیٰ ﷺ کی بھولی بھالی بھیڑیں ہو اور بھیڑیے تمہارے چاروں طرف ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بہکائیں، تمہیں فتنہ میں ڈال دیں، تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں ان سے بچو اور بھاگو۔ دیوبندی، نیچری، قادیانی، چکڑالوی، قادیانی یہ سب فرقے بھیڑیے ہیں، تمہارے ایمان کی تاک میں ہیں۔ ان کے حملوں سے ایمان کو بچاؤ۔

(وصایا شریف/ ص ۱۸)

دین اور خواتین

علامہ سید ریاض حسین شاہ

# فکرِ بنات

اعلیٰ انسانی اقدار کو بحال کرنے والی وہ کامیاب اور فیض بخش تحریک جس کا آغاز محسن کائنات حضرت محمد ﷺ نے دعوتِ نور رساں سے کیا مرد اور عورت ہر دو کی مخلصانہ کوششوں سے مزین دکھائی دیتی ہے تحریکِ حق کو پہلے مرحلہ پر ہی شدائد و کرائب کی آندھیوں میں حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے جس طرح مالی اور جانی مدد فراہم کی وہ تاریخ کے طالب علم سے پوشیدہ نہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ اسلامی تحریک کا وہ پہلا "قوام" جو خوشحال مستقبل کی مضبوط اساس ثابت ہوا، اس میں رسول اللہ ﷺ کا پاکیزہ شباب، ابوبکر صدیق ؓ کے متین تجربات، علی المرتضیٰ ؓ کا معصوم بچپنا اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی عفت آرا نسوانیت بہترین عنصر ہے اس وقت ایک بار پھر انسانوں کو یہ بنیادی ضرورت محسوس ہونے لگی ہے کہ عورت اُم المومنین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ان اصولوں اور تعلیمات کی شمع خود روشن کرے جس کی ضیا اور نور میں "اسلام" اپنے بھرپور اور جامع نظام سے انسانیت کی تقدیر بدلنے میں کامیاب ثابت ہو سکے۔ یہ بات بغیر کسی شک کے کہی جا سکتی ہے کہ عورت جب تک "غلبہ اسلام" کے لیے اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہیں کرے گی انقلابِ حق کے راستے ہموار نہیں ہو سکیں گے۔

وہ عورت جس کے سینے میں ملت کی زبوں حالی کا کرب انگڑائیاں لے رہا ہو اور اس کے دماغ میں رسول اللہ ﷺ کی امت کی عالمگیر شکستگیاں طوفان اٹھا رہی ہوں، یقیناً وہ ہر قیمت پر چاہے گی کہ سفینۂ ملت بحرِ اضطراب سے کسی نہ کسی طرح ساحل آشنا ہو۔ اس راہ میں حضور ﷺ کے غلام مردوں کی طرح عورت کو بھی جو قربانیاں دینی پڑیں گی وہ اس سے دریغ نہیں کرے گی۔ موجودہ حالات میں فکری اور عملی نقطۂ نظر سے مسلمان جس بے حسی، جمود اور نظریاتی بے راہ روی کا شکار ہیں شاید مسلمانوں کی تاریخ میں ایسا موقع کبھی نہیں آیا۔ مغرب زدہ کلمہ گو، مادہ پرست مفکرین، جدت گزیدہ علما، شیطان خو مجتہدین اور کفر خواہ قائدین جہاں اسلامی روایات اور اصولوں کو بری طرح تلپٹ کر رہے ہیں وہاں ان کی کوشش ہمیشہ ہر دم اس ڈگر پر رہتی ہے کہ اسلام پر دل و جان سے فدا ہونے والے سادہ دل مسلمانوں کے افکار و عقائد کو برباد کیا جائے۔ اس ضمن میں سب سے زیادہ غلیظ پروپیگنڈہ عورتوں میں کیا جا رہا ہے اور اس کا نظریاتی اعتقادی اور عملی ناتا اسلام سے توڑنے کی کوشش میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جا رہا۔ کہا جاتا ہے کہ اسلام نے وراثت میں عورت کا حصہ مرد کی نسبت کم رکھا ہے، کبھی یہ پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ شریعت میں عورت اور مرد کی گواہی برابر قرار نہیں دی گئی اور کبھی یہ عورت اور مرد کی دیت میں فرق کیوں ہے اور بعض جذباتی لوگ تو خدائی حکمتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے عورت اور مرد کے درمیان حائل تمام نفسیاتی، عملی اور طبعی بنیادوں کو منہدم کر کے عورتوں میں سستی شہرت کے حصول کے لیے خدا کی ناراضگی تک مول لینے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں حالانکہ تند اور تیز تقریروں اور فاسد ہڑتالوں سے خدائی قانون کے لابدی اور اٹل دفعات کو تھوڑا ہی منسوخ کیا جا سکتا ہے۔

اس وقت ہماری قوم گر رہی ہے، ہمارا کردار مجروح ہو چکا ہے، ہمارے دانشکدوں اور تربیت گاہوں میں دانش و بینش اور خیر و صلاح داموں کے عوض بکتی ہے۔ تعلیمی اداروں میں بھی "رشوت اور سفارش" کا مہلک مرض بری طرح سرایت کر گیا ہے۔ اس قوم کا کیا بنے گا جس کے ہاں ریلوے کا ٹکٹ بھی واقفیت شناسائی اور رشوت کے بغیر نہ ملتا ہو۔ ان حالات میں اپنی گرتی ہوئی اور دم توڑتی ہوئی قوم کا آخری سہارا نئی نسل کے نوجوان اور "خواتین" ہیں اور اگر ہم غلطی نہیں کھاتے تو اسلامی

تحریک کا ثمر بار انقلاب بھی دو رخ رکھتا ہے ایک گھر کے اندر جہاں انقلاب کی ضمانت ''عورت'' دے سکتی ہے اور دوسرا گھر سے باہر جہاں انقلاب کی گھنٹی نوجوان بجا سکتا ہے۔

ہمارے معاشرے کا نصف حصہ عورتوں پر مشتمل ہے اور مردانہ معمولات سے لبریز سوسائٹی کی ریڑھ کی ہڈی بھی ''عورت'' ہی ہے لیکن ستم یہ ہے کہ اس ترتیب کے لیے نہ تو ہم نے قومی سطح پر اور نہ ہی دینی سطح پر مناسب اور فعال لائحہ عمل ترتیب دیا۔ جس معاشرہ کی ۸۰ر فیصد خواتین اسلام کی بنیادی تعلیمات سے عاری ہوں وہاں مصطفوی انقلاب، نظام مصطفیٰ اور اسلام ایسے عالی اور نور آفرین نظریات کی بالادستی کیسے قائم ہو، قومی زندگی کا یہ وہ گوشہ ہے جسے آباد کرنے اور منور کرنے کی اولین ضرورت ہے۔ زعمائے ملت نے اگر اس طرف توجہ نہ دی تو شاید یہ ناممکن نہ ہو کہ مشرق مغرب بن جائے اور پھر شرافت اور حیا کی بیٹیاں تصور بن کر قوم کی جڑوں میں بیٹھ جائیں۔

اسلام نے ''انقلاب'' کے لیے عورت کو جتنی اہمیت دی اسکا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن حکیم نے رسول کریم ﷺ کے ماننے والوں کو امت سے تعبیر کیا اور امت ''اُم'' سے ماخوذ ہے جس کا معنی ماں ہوتا ہے۔ کیا اس کا صاف یہ معنی نہیں کہ حضور ﷺ کا پیغام اس وقت تک انقلابی سطح پر موثر نہیں بنایا جاسکتا جب تک کہ قوم کی عورتوں کو پاکیزہ، تقدیر بدل اور ملی سوچ کا حامل نہیں بنادیتے۔ یہاں پہنچ کر مسلم خواتین کو بھی سوچنا ہوگا کہ انہیں کتنے بڑے اعزاز سے نوازا گیا ہے۔ جتنی بڑی نعمت کسی کو ملے اتنا ہی اس پر شکر واجب ہوتا ہے اس وقت مسلم خاتون بھی مردوں کی طرح عجیب سی صورتحال کا شکار ہے۔ غیر مسلم مفکرین نے عورت کو بنیادی ذمہ داریوں سے بیگانہ بنادیا ہے، اباحیت، عریانیت، فحاشی، آزاد خیالی، سطحیت، بے فکری ایک عذاب بن کر خواتین کو چمٹ گئی ہے۔

ہماری قوم کو ماںتا کی باعث اقدار گود سے محروم کردیا گیا ہے۔ ایک مغربی مفکر نے کہا تھا کہ ماں جتنی بڑی ہوتی ہے بیٹا اتنا ہی عظیم پیدا ہوتا ہے فاطمہ رضی اللہ عنہا نہ ہوتو شبیر ﷺ کیسے پیدا ہو، ماں عظیم نہ ہوتی تو محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کیسے بنتے، طارق بن زیاد رضی اللہ عنہ تاریخ کیسے رقم کرتے، انقلاب کی خشت اول گھر ہوتا ہے اور گھر کی تقدیر عورت کے ہاتھ میں ہوتی ہے، چاہے تو وہ ماحول کو پیرس کی گلی بنادے اور چاہے تو مدینہ کا ماحول گھر کھینچ لائے۔

قوم کی بیٹیوں اور ملت کی ماؤں سے ہمارا سوال ہے، ہماری التجا ہے، درخواست ہے اور دردمندانہ اپیل کہ وہ سوچیں اور خوب سوچیں کیا انہیں اللہ تعالیٰ نے بے مقصد پیدا کیا ہے یا ان کی تخلیق کا بھی کوئی مقصود ہے ہم سمجھتے ہیں کہ ''قیام دین'' کے لیے منزل محبت کی طرف رواں دواں کارواں ''خواتین'' کی سنجیدہ اور متین جدوجہد کے بغیر عافیت کے ساتھ کوہر مقصود حاصل نہیں کرسکتا۔

قوم کی بیٹیو! تم سے ملت کا مستقبل وابستہ ہے تمہاری آغوش سے فلاح امت کی صبحیں پھوٹ سکتی ہیں، تمہاری غیرت ارتقاو بقا کی تاریخ رقم کرسکتی ہے، تمہاری حیا زندگی کے سمندر میں پاکیزگی کا تلاطم پیدا کر سکتی ہے، تمہارا دردمند سینہ اپنے دم جستجو اور نفس کفر سوز سے ملی صفیں منظم کرنے میں وقیع کردار ادا کرسکتا ہے، تمہاری راتوں کے جگراتے قوم کا مقدر جگا سکتے ہیں، تمہاری مصیبتیں، تمہاری تکلیفیں، تمہارے مصائب، تمہارے کرائب رنگ لا سکتے ہیں، نور کہکشاں سجا سکتے ہیں، رحمتوں کی برکھا لا سکتے ہیں، تم سمٹ جاؤ، تو قوم پھیل سکتی ہے، تم گھر میں ذمہ داری سنبھالو، تو قوم ارض وسما پر غلبہ پا سکتی ہے۔

میری بہن! تو مغرب کی بیٹی نہیں، مشرق کی عزت ہے، تیرے سر پر فرنگ کا سایہ نہیں گنبد خضرا کی چھاؤں ہے، تیری زندگی کا مقصد تعیش نہیں زندگی ہے، زندگی برائے زندگی ہے، زندگی برائے بندگی ہے۔ تیرے دماغ کے فطری خطوط سے دنیا پرستی نہیں خدا پرستی کی جھلک سامنے آنی چاہیے، قوم کے حسین خوابوں کی تعبیر تو ہے، مشتاقان جمال نبوی کی تنویر تو ہے، تصویر کائنات کا رنگ تیرا وجود ہے، تیری گود، تیری مہد، تیری آغوش، تقدیر ہے اور حوصلہ، عزم ہے اور جہاد تیرے پاس کیا نہیں۔

اے بنت امت! کیا یہ کافی نہیں کہ تیرے شجرۂ تربیت میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نام آتا ہے، عائشہ رضی اللہ عنہا کی تاریخ آتی ہے، فاطمہ

رضی اللہ عنہا کا حوالہ ملتا ہے، زینب رضی اللہ عنہا کی شجاعت ابھرتی ہے، حوا تو ہے، مریم تیرا نام ہے، تقدیس تو تھی اور تربیت تیرے دم سے تھی، کہاں گئی عفت؟ کہاں گئی عصمت؟ کہاں گیا ولولہ تعمیر؟ اور کہاں چھوڑا حسن حیا؟

معاف! معاف! اور معذرت صد معذرت! مجھے تلاش ہے میری تاریخ کی اور میری تاریخ تیرے ہاتھ میں ہے، میری بہن! قوم گیند نہیں ہوتی اور ملت عطردان نہیں ہوتی، ہو چکا جو ہونا تھا، کرلیا جو اغیار نے کرنا تھا، اب باطل کا دور نہیں نور کا زمانہ ہے، اب مغرب کا لات ومنات نہیں چلے گا، الہ ہوگا، خدا ہوگا، حضور ﷺ ہونگے، حیا ہوگا باخدا ہوگا، اٹھ اپنا کردار ادا کر، ان کاموں سے بچ جن سے رسول خدا ﷺ نے منع کیا ہے تو تحریک مصطفوی کی نیک دل اور جانباز کارکنہ ہے، تجھے دنیائے کفر کی بے لگام خواتین کے نقش قدم پر نہیں چلنا چاہیے، دین دشمن تحریکوں کا آلہ کار نہیں بننا چاہیے، بھٹکے افکار اور الجھی سوچوں کے دھاروں پر نہیں چلنا چاہیے، تیری زندگی کا اپنا منشور ہے، تیرا اپنا ایک نظام حیات ہے، تیرے پڑھنے کی لیئے اپنی ایک کتاب ہے، تیری قیادت کے لیے تیرے اپنے رسول ﷺ ہیں، تیری اپنی ایک تہذیب ہے، تیرے تمدن کا اپنا ایک بانکپن ہے۔ گھروں کی اونچی اونچی دیواریں تیری قید کی علامت نہیں، تیری عظمت کی دلیل ہیں، حیا کی چادر قدامت نہیں، پاکیزگی کی برہان ہے، تیری دبی دبی آواز بزدلی نہیں، عصمتوں کا وقار ہے، تیری جھکی جھکی پاک نگاہی، تہذیبی سرقہ نہیں تمدن کی اصلاح ہے، بچوں میں رہنا تیرا بچپنا نہیں ملت کی رگ تقدیر میں خون حیات ہے، فاطمہ کی بیٹی! عائشہ کی لخت جگر! جب تک سورج طلوع نہ ہو دن نہیں چڑھتا، جب تک عورت نہ سلجھے رونق ہستی ماند رہتی ہے، تو سلجھے تو دنیا جنت بداماں تو الجھے تو عقبیٰ نار بداماں۔

ز شام ما بروں آور سحر را
بہ قرآں ، باز خواں اہل نظر را
تو می دانی کہ سوز قرات تو
دگر گوں کرد تقدیر عمر را

اسلام کی تاریخ میں بلاشبہ عورتوں کے نیک جذبوں، پاکیزہ امنگوں، ستھری سیرتوں اور عفت مآب کرداروں نے انقلاب بپا کیا۔ وہ بھی عورت تھی جس نے فرعون کے گھر صداقت وحریت کا نعرہ آتشیں لگایا اور قرآن حکیم نے قابل رشک انداز میں اسکا ذکر کیا: "وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○" [التحریم ۱۱] اور اسی طرح اللہ نے اہل ایمان کے لیے فرعون کی مثال پیش فرمائی، جب کہ اس نے دُعا مانگی اے میرے رب! بنادے میرے لیے اپنے پاس ایک گھر جنت میں اور بچا لے مجھے فرعون سے اور اس کے (کافرانہ) عمل سے اور مجھے اس ستم پیشہ قوم سے نجات دے۔

اور وہ بھی عورت تھی جس نے اپنے سوز قرأت قرآن سے عمر رضی اللہ عنہ کی تقدیر کو دگرگوں کر دیا۔ کربلا کی تاریخ جور وستم میں حوصلوں کے جو چراغ زینب رضی اللہ عنہا نے روشن کئے ان کا نور وسرور الفاظ میں سمونا ازبس دشوار ہے۔ میری بہنو! تم میں سے بہت سی خوش بخت خواتین ایسی ہیں جن کے نام انکے والدین نے بڑی عقیدتوں سے عائشہ وفاطمہ رکھے ہیں۔ اگر آپ مغرب کی ڈمی نہیں، روزی نہیں، اور چمپا نہیں، رومان نگر کی اگر آپ لیلیٰ نہیں، ناگن نہیں، ہرنی نہیں، بلکہ فاطمہ ہو، عائشہ ہو، خدیجہ ہو، حلیمہ ہو، زینب ہو، اسما ہو، عاتکہ ہو، حفصہ ہو اور سودا ہو (رضی اللہ تعالیٰ عنہن) تو ہمیں تلاش ہے ان ماؤں کی جن کے لبوں میں قرآن کا غنا ہو، جن کے ماتھوں میں سجدے تڑپ رہے ہوں، جن کی آوازوں میں حق وحقیقت کی بجلیاں ہوں، جن کے ہاتھوں پر ملت سازی کے لیے دعاؤں کا رعشہ ہو، جن کی رات سوز عبادت میں گزرتی ہو اور جن کے گھر کو تشکیل ملت کا گہوارہ بنانے میں بسر ہوتے ہیں۔ ہمیں ضرورت ہے ایسی بہنوں کی جو اپنے ویروں کو حضور ﷺ کے دین کے لیے جہاد فی سبیل اللہ کی تلقین کریں، ان کی زبانیں رجز خواں ہوں، باقرآں ہوں اور حدی خواں ہوں اور یہ بھی کہ وہ اپنی عصمتوں کی حفاظت میں تیغ براں ہوں۔ مولا! اس ماں پر نسل فدا ہوجائے جو مجھے

پھر سے صلاح الدین ایوبی دے، طارق بن زیادہ دے، محمد بن قاسم دے ہاں اور پھر مجھے میری تاریخ دوبارہ مل جائے میری عزت بحال ہو جائے ملت اسلامیہ باعروج ہو جائے اور کفر کے کانچ محل گر جائیں، اقبال نے کیا خوب کہا۔

اگر پندے ز درویشے پذیری
ہزار امت بمیرد تو نہ میری
تبولے باش و پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوش شبیرے بگیری

ہمیں شناخت چاہیئے، یہ سڑک پر کون جا رہا ہے، حیا کی چادر پھاڑ کر، غیرت کا جنازہ نکال کر، ناز عفت کا آبگینہ توڑ کر، شرم کا جامہ اتار کر، خاوند سے بگڑ کر، بھائی سے الجھ کر، باپ سے ٹھن کر، ماں کو سادگی کا طعنہ دے کر، خالق کو بھول کر، مصطفیٰ ﷺ کو چھوڑ کر، سر بازار اتنی بیبا کی، اتنی بے کشی اور دیدہ دلیری! الحفیظ والامان

میرے اللہ! آگ لگ جائے قانون کو، جس نے مونث کو مذکر بنا دیا اور مذکر کو مونث بنا دیا، دانشکدے بدتمیزی کے طوفان اٹھانے لگے، خیر شر ہونے لگی اور شر کا نام خیر ڈالا جانے لگا، عورت اور مرد مخلوط ہوئے تو زبانِ شیطان نے کھرڑ ہونے کا لقب گھڑا۔ لوگو! پرانے ہو جاؤ اتنے پرانے کہ دورِ مصطفیٰ پھر لوٹ آئے، تمہاری بچیاں اور بیٹیاں بہوئیں اور بہنیں باحیا ہو جائیں اور باخدا!! میں تو سوچتا ہوں کہ کہیں ایسے تو نہیں کہ اللہ کریم نے اپنے محبوب کو "ایھا المزمل" چادر والے نبی کہہ کر اس لیے پکارا ہو کہ کسی کی بیٹی کہیں اتباع کی آڑ میں چادر نہ اتار پھینکے اگر حضور ﷺ کا حُسن بھی "مزمل" میں پنہاں ہے تو بنات ملت کا حسن چادر، چار دیواری اور پردہ و حجاب ہی میں مضمر ہے، اقبال اسی نکتہ کو بڑے اسلوب میں ادا فرماتے ہیں۔

جہاں تابی ز نور حق بیاموز!
کہ اُو با صد تجلی در حجاب است

عورت سورج ہے اور آفتاب دیا نہیں، چراغ نہیں کہ جو جدھر چاہے ادھر لے جائے، عورت سورج ہے، چاند ہے، کہکشاں ہے، جو نور بھی دیتے ہیں اور اپنی تجلی سے صد تاریکیوں کے پردے چاک بھی کرتے ہیں، لیکن اپنا محل، اپنا محور، اپنی منزل، اور اپنا مقام نہیں بھولتے اور نہیں چھوڑتے، ایک اور بات جو یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہمارے خدا اور اللہ نے عورتوں کو اجنبیوں کے سامنے آراستہ ہو کر پیش ہونے سے منع فرمایا، ارشاد باری ہے: "وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوْبِهِنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ" (النور/ ۲۴:۳۱) اے محبوب! مومن عورتوں سے فرمایئے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت ظاہر نہ ہونے دیں، البتہ اس سے جو خود ظاہر ہو جائے مضائقہ نہیں، انہیں چاہیئے کہ اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کی بُکل رکھیں اور اپنی زینت ظاہر نہ ہونے دیں۔

میری بہن! زینت بُری چیز نہیں، اچھا پہننا اور اچھا کھانا جُرم نہیں، جُرم تو حسین تصورات کی بستیوں میں بے راہ روی کی آگ روشن کرنا ہے، جذبات کے ٹھہرے سمندروں میں جنس پرستی کا ہیجان پیدا کرنا ہے، حسن سیرت کے نازک آبگینوں سے جمالِ حیات نچوڑ لینا ہے، بلاشبہ مرد جس وقت بھوکا ریچھ بن جائے اور عورت اپنی زینت کھول کر متاعِ بازار بن جائے تو معاشرہ کی پاکیزگی کی ضمانت فراہم نہیں کی جا سکتی۔ یہ کہنا بھی بجا کہ اعمال میں نیتوں کا بڑا دخل ہوتا ہے لیکن اعمال کی دنیا میں صرف نیتیں ہی کام نہیں کرتیں بلکہ سعی و کسب کا بھی بڑا ہاتھ ہوتا ہے، بے کردار معاشرے دراصل بُرے اعمال کا نتیجہ ہوتے ہیں ورنہ فطرت بذات خود حسن نیت کی ذہنیت رکھتی ہے۔

قرآن حکیم کا سب سے بڑا تقاضا یہ ہے کہ "لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ" انہیں چاہیئے کہ وہ اپنی زینت ظاہر نہ کریں۔ زینت صرف بالوں کے انداز نہیں، زینت صرف ملبوسات کے ڈیزائن نہیں، زینت صرف آرائش کے قرینے نہیں، زینت صرف زیورات کی چمک نہیں، زینت صرف خوشبوؤں کی مہک نہیں، چہرہ زینت، بدن زینت، دست زینت، قدم زینت، عورت کا ہر جزو زینت اور صنف نازک سرتاقدم زینت۔

بہنو سنئے! کہ عورتوں کو مناسب نہیں کہ وہ اپنی زینت ظاہر

کریں، دوپٹے، چادریں لباس اور برقعے پردہ کے لیے ہوتے ہیں، ستم یہ ہے کہ انہیں ہی اگر زینت بنا دیا جائے تو کیا اللہ کو راضی رکھا جا سکتا ہے؟ بال کاٹ کر، دوپٹہ گلے میں لٹکا کر لباس جسم سے چپٹا کر، زیور بدن پر سجا کر اور پھر گلی گلی، چھن چھن چلنے کے ایسے انداز کہ گھوڑوں کی ٹاپ بھی مات کھا جائے، سنو اور غور سے سنو! ''وَ لَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ '' [النور:۳۱] یہ عورتیں زمین پر ایسے زور سے قدم نہ رکھیں کہ (آواز سے) انکی پوشیدہ زینت ظاہر ہو جائے!!

نرم گوئی، نرم خوئی، نرم مقالی، نرم خیالی اور لہجوں کا دھیما پن، نظروں کی لجاجت، لے کی مٹھاس، نرم دم گفتگو اور گرم دم آہنگ جو حسن سیرت کا ایک پہلو ہے، جمال اخلاق کی ایک جہت ہے، ہر جگہ پسندیدہ ہے، ہر شخص اسے اچھی نظر سے دیکھتا ہے لیکن مرد مرد سے اور عورت عورت سے اخلاق کا یہ فلسفہ اپنا سکتا ہے لیکن اسکے برعکس کسی عورت کو اگر مرد سے گفتگو مقصود ہو تو لہجے میں تھوڑا سا تناؤ آ جانا چاہیے اور قیل وقال میں تھوڑی سختی تا کہ دل جنس پرستی کے مرض سے بچ جائیں۔ قرآن حکیم کی صریح ہدایت ملاحظہ ہو: ''فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ '' [الاحزاب:۳۲] پس لہجے میں نرمی نہ ہو تو کہیں کوئی دل کا مریض طمع خام میں نہ مبتلا ہو جائے۔ عورتوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ متاع خام نہیں، انبیاء و مرسلین کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں، ملت پرور ہیں اور قوم ساز، یہی وجہ ہے کہ مسلمان اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ عورت حکمران نہیں ہوتی ملی اقدار کی پاسبان ہوتی ہے، عورت دہلیز نہیں ہوتی، چرخ ملت کا رخشندہ ستارہ ہوتی ہے، عورت جیبی گھڑی نہیں ہوتی، ملی ترقی اور عروج کا معیار ہوتی ہے، عورت دستی چھڑی نہیں ہوتی، بدی کو ختم کرنے کا زبردست اسلحہ ہوتی ہے، عورت روزن سے نکلنے والی روشنی نہیں ہوتی، آفتابوں اور مہتابوں کو لوری دینے والا آسمان ہوتی ہے، عورت ملت سوز بھی ہو سکتی ہے اور ملت ساز بھی، عورت نور آفریں بھی ہو سکتی ہے اور نار آگیں بھی، عورت رحمت پرور بھی ہو سکتی ہے اور زحمت بداماں بھی، عورت لطافت گل بھی بن سکتی ہے اور خلش خار بھی۔

جہاں را محکمی از امہات است
نہاد شاں امین ممکنات است
اگر ایں نکتہ را قومے نداند
نظام کاروبارش بے ثبات است

ذمہ داری کے اعتبار سے خواتین مردوں پر سبقت رکھتی ہیں، خود سیکھنے کا بوجھ، تعمیر اخلاق کی محنت، امور خانہ داری کی مشقت، صلہ رحمی کیلیے ماحول سازی کی فکر، سکھانے اور تربیت دینے کا بار، خانہ کشی کیلئے فکری دماغ سوزیاں، ظاہر ہے یہ وہ کلفتیں ہیں جن سے دل اور دماغ سکون میں نہیں رہتے اس لیے ضروری ہوتا ہے کہ عورت مرد کی نسبت زیادہ روحانیت کی حامل ہوتا کہ اُسے اطمینان قلب حاصل ہو سکے۔ اس عظیم مقصد کے لیے ضروری نہیں خواتین جنگل جنگل پھرنے لگ جائیں اور روحانیت کے نام پر حیا کی چادر پھاڑ ڈالیں۔ رسالت مآب ﷺ کی شریعت میں یہ کسی کے مزار پر بھی نہیں جا سکتیں، روحانیت کے لیے قرآن مجید نے کتنا خوبصورت نسخہ تجویز فرمایا: ''وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِیْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ '' [الاحزاب:۳۳] اور قائم کرتی رہو نماز اور دیتی رہو زکوۃ اور فرماں برداری کرتی رہو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی۔

اکتساب فیض کرنا برا نہیں، طلب نو امیں بے تاب رہنا مذموم نہیں۔ شریعت کی پابندیاں قبول کرتے ہوئے خواتین مردوں سے زیادہ دین مبین کی خدمت کر سکتی ہیں، تکمیل دین، تطہیر اخلاق، تزکیہ باطن، صفائے قلب، اکمال دعوت، تسلیم جان، قیام صرف، انفاق مال اور کثرت ذکر میں مردوں اور عورتوں کی یکساں ذمہ داریاں ہیں۔ قرآن مجید نے کس ولولہ آفریں انداز میں مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی صفات حسنہ گنی ہیں: ''اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَ الْقٰنِتِیْنَ وَ الْقٰنِتٰتِ وَ الصّٰدِقِیْنَ والصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِیْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِیْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا '' [الاحزاب:۳۵] بقیہ صفحہ ۱۷ پر ملاحظہ فرمائیں

منظومات

# میرا تاج شریعت سلامت رہے

پروفیسر سید خرم ریاض
اختر القادری

سال گذشتہ جمعیت رضائے مصطفیٰ، کراچی نے حضور تاج الشریعہ کے یوم ولادت کے موقع پر ''مناقب تاج الشریعہ'' کے عنوان سے حضور کے مناقب کا مجموعہ شائع کیا تھا، جسے احباب نے بہت پسند فرمایا۔ انشاء اللہ جلد اس کا دوسرا ایڈیشن شائع کیا جائے گا نیز حضور تاج الشریعہ کی حیات و خدمات پر مفصل کتاب پر بھی جمعیت کے تحت کام جاری ہے۔ حضور تاج الشریعہ کے تبرکات (کوئی بھی مطبوعہ، غیر مطبوعہ کتاب، مضمون، قلمی تحریر، تقریر) یا حضرت سے متعلق کوئی بھی تحریر، تقریر، علماء کے تاثرات اگر آپ کے پاس ہیں تو اس کی کاپی ادارہ کو ضرور ارسال فرمائیں۔ شکریہ

اس سلسلہ میں حضور تاج الشریعہ، دام ظلہ علینا کے ۶۷ ویں یوم ولادت (۲۴ ذیقعدہ ۱۴۳۱ھ) کے حوالے سے یہ دو خوبصورت کاوشیں ادارہ کو برادر طریقت علامہ پروفیسر سید خرم ریاض اختر القادری صاحب، لاہور نے ارسال کی ہیں جو پروفیسر صاحب کے شکریہ کے ساتھ شامل اشاعت ہیں............ادارہ

یا خدا تا ابد چرخ اسلام پر ، میرا تاج شریعت سلامت رہے
اختر دین و ملت سلامت رہے ، تاجدار فقاہت سلامت رہے

غوث اعظم کی جود و سخا کی بھرن ، فیضِ احمد رضا کا چمکتا چمن
حامد و مصطفیٰ کی ہے نوری پھبن ، نور کی یہ اضافت سلامت رہے

جن کے دم سے ہے اہلِ سنن کا بھرم ، جن پہ سایہ فگن الطفِ شاہِ امم
بالیقیں اہلِ حق پہ سحاب کرم ، یا خدا یہ کرامت سلامت رہے

حسنِ علم و عمل کا وہ شاہکار ہیں ، دینِ حق کی چمکتی وہ تلوار ہیں
گلشنِ قادریت کی مہکار ہیں ، یہ مہکتی علامت سلامت رہے

حضرت بو حنیفہ کا اعجاز ہے ، طائرِ فکر ان کا تو شہباز ہے
ہاں ثریا سے بھی آگے پرواز ہے ، یہ بلندی، یہ رفعت سلامت رہے

گہر افشاں ہے ان کا قلم حق رقم ، شکر افشاں ہے ان کی زبانِ کرم
وہ پلاتے ہیں آبِ نِعَم دم بدم ، یہ عنایت، سخاوت سلامت رہے

انکے فیضان سے ہم ہوئے قادری ، غوثِ اعظم کی نسبت ہمیں مل گئی
اس طرح اپنے دل کی کلی کھل گئی ، اے خدا یہ ارادت سلامت رہے

وہ ہیں فتویٰ نویسی کے ماہِ مبیں ، مثل ان کا زمانہ میں کوئی نہیں
ضوفگن، ضوفشاں انکی روشن جبیں ، یہ چمکتی اشاعت سلامت رہے

بہرِ جیلانی حق سے دعا ہے یہی ، میرے ہونٹوں پہ ہر دم صدا ہے یہی
حشر میں جو ملے وہ پناہ ہے یہی ، اے خدا یہ حمایت سلامت رہے

میری خرم فقط التجا ہے یہی ، زندگی کا مری مدعا ہے یہی
بہرِ اختر مدینہ کی ہو حاضری ، اے خدا یہ اجابت سلامت رہے

# تضمین بر مقطع سلام رضا

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام    شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
غوثِ اعظم امام التقیٰ والنقیٰ    جلوۂ شانِ قدرت پہ لاکھوں سلام
مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا    مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

---

قصرِ احمد رضا کی ہے نوری ضیاء    گلشنِ حامدیت کی موج صبا
حسنِ جیلاں کا وہ پرتو دل ربا    یعنی تاج الشریعت ، شبیہ رضا
اخترِ برجِ سنت پہ لاکھوں سلام

جن کی صورت میں نور ولایت عیاں    جن کے فتوؤں سے روشن فقاہت کی شاں
جن کا تقویٰ صداقت کا ہے ترجماں    ہاں وہ اختر رضا علم کی کہکشاں
نازشِ اہلِ سنت پہ لاکھوں سلام

بو حنیفہ کا ظلِ ہما بالیقیں    غوثِ اعظم کا ہے وہ چمکتا نگیں
آسمانِ رضا کا وہ مہرِ مبیں    فضلِ مارہرہ کا ماہِ کامل تریں
اخترِ دین و ملت پہ لاکھوں سلام

اے خدا ہے دعا بہر اختر رضا    ہو میسر ہمیں فیض داتا پیا
لب پہ جاری رہے بس یہی زمزمہ    غوث و خواجہ رضا حامد و مصطفیٰ
شیخ گنج ولایت پہ لاکھوں سلام

میری خرم یہی آرزو ہے سدا    سبز گنبد کا جلوہ دکھا دے خدا
پھر پڑھوں اعلیٰ حضرت کا لکھا ہوا    مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

............ ☆ مسلک اعلیٰ حضرت ☆ ............

☆اعلیٰ حضرت محدث بریلوی نے کوئی نیا مسلک ایجاد نہیں کیا بلکہ اسی مذہب کی ترجمانی فرمائی جو اہل بیت اطہار، صحابۂ کبار، تابعین عظام، ائمہ ذوی الاحترام خصوصاً امام اعظم ابوحنیفہ ﷺ، سرکار غوث اعظم ﷺ، خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ اور مشائخ سلاسل عالیہ قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ، ابوالعلائیہ نے تعلیم فرمایا، مذہب اہل سنت اور مسلک اعلیٰ حضرت اس ایک سکے کے دو رخ ہیں جو عقائد کے بازار میں اپنے کھرے پن کے لئے مشہور ہے۔...... علامہ سید شاہ آل رسول حسنین میاں نظمی مارہروی، سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ [کتابی سلسلہ پیغام رضا، ممبئی/ اپریل تا جون ۲۰۰۹ء/ ۸۸]

☆مسلک اعلیٰ حضرت ہماری شناخت ہے۔...... حضرت مولانا سید شاہ معین الدین اشرف الجیلانی، سجادہ نشین درگاہ معلیٰ، کچھوچھہ شریف [کتابی سلسلہ پیغام رضا، ممبئی/ اپریل تا جون ۲۰۰۹ء/ ۵۳]